رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت:- پانچ روپیہ (۵) سالانہ

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ

رسول اللہ صلعم کے حالات وغزوات، اخلاق وعادات اور تعلیم وارشاد کا یہ عظیم الشان کتابی ذخیرہ جس کا نام سیرۃ النبی عام طور سے مشہور ہے مسلمانوں کے موجودہ ضروریات کو سامنے رکھکر صحت و اہتمام کیساتھ مرتب کیا گیا ہے
ابتک اس کتاب کے پانچ حصے شائع ہوچکے ہیں پہلے میں ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات اور غزوات ہیں
اور ابتداء میں ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے جسمین فن سیرت کی تنقید و تاریخ ہے، دوسرے حصہ مین تکمیل دین
تاسیس حکومت الٰہی وفات، اخلاق وعادات، اعمال وعبادات اور اہلبیت کرام کے سوانح کا مفصل بیان ہے
تیسرے حصہ مین آپکے معجزات، وخصائص نبوت پر بحث ہے، اسمین سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد
بحثین کیگئی ہین، پھر ان معجزات کی تفصیل ہے، جو بروایات صحیحہ ثابت ہیں، اسکے بعد ان معجزات کے متعلق غلط
روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہے، چوتھے حصہ مین ان اسلامی عقائد کی تشریح ہے جو آپکے ذریعہ مسلمانون کو تعلیم کئے
گئے ہین، کوشش کیگئی ہے کہ اسمین قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے اسلام کے عقائد لکھے جائین، پانچوین حصہ
مین عبادت کی حقیقت، عبادات کی تفصیل و تشریح اور ان کے مصالح وحکم کا بیان ہے، اور دوسرے مذاہب
کے عبادات سے ان کا مقابلہ وموازنہ ہے،

چھٹا حصہ جو اخلاق پر مشتمل ہے اس وقت زیر طبع ہے،

قیمت باختلاف کاغذ حصہ اول تقطیع خورد للعہ، حصہ دوم تقطیع کلان سے، تقطیع خورد صہ،
حصہ سوم تقطیع کلان سے، للعہ، تقطیع خورد معہ، صہ، حصہ چہارم تقطیع کلان سے، سے، تقطیع خورد
معہ، حصہ پنجم تقطیع کلان صہ، للعہ،

(منیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ)

جلد ۴۱ | ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۳۸ء | عدد ۱

مضامین

مقالات شبلی جلد ششم تاریخی

یعنی

یہ حصہ مولانا شبلی مرحوم کے ان تاریخی مضامین کا مجموعہ ہے جس میں اسلامی حکومتوں کے تمدن وتہذیب علم وفن، شوق علم اور بے تعصبی کے متعلق نہایت محققانہ واقعات درج کئے گئے ہین اور ان کے متعلق یورپین مورخوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہین،

ضخامت ۲۰۴ صفحے، قیمت :- عیر

"منیجر"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

گذشتہ سال کے خاتمہ پر ۲۳ ردسمبر ۱۹۳۷ء کو شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا د تعلقہ دار گدیہ (بارہ بنکی صوبۂ اودھ) نے انسٹھ برس کی عمر مین دل کی پرانی بیماری سے وفات پائی، مرحوم اسلام کے پرجوش داعی تھے، عمر بھر فرنگستان کی وادیوں میں اپنے قلم سے مصروف جہاد رہے، ووکنگ مشن کی قلمی کوششون مین انکا حصہ نہایت اہم ہے، جنگ عظیم کے زمانہ مین وہ ووکنگ ہی مین مقیم تھے، یورپ کے بڑے بڑے مشاہیر سے ملاقاتین رکھتے تھے اور دنیاے اسلام کے اکثر اکابر سے ان کی ذاتی واقفیت اور مراسلت تھی، وہ اتحاد اسلامی کی تحریک کے بانیون اور ملک کی سیاسی آزادی کے حامیون مین تھے، ۱۹۲۰ء مین فیض آباد خلافت کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے انھون نے جو خطبہ پڑھا تھا وہ ہندوستان مین ٹرکی اور یورپ کے معاملات کے متعلق پہلا ذریعۂ علم تھا، مرحوم اپنی آخیر زندگی تک اسلام کی خدمت مین مصروف رہے، ان کی وفات سے چند ہی روز پہلے ان کی آخری انگریزی تصنیف اسلام اور بولشزم چھپ کر نکلی تھی، اللہ تعالیٰ اس سپاہی کے مجاہدانہ قلمی خدمات کو حسن قبول اور تاثیر بخشے اور اس کو بہشت برین کی نعمت عطا فرمائے،

۷، جنوری ۱۹۳۸ء کو شبلی منزل مین دار المصنفین کی مجلس عاملہ کا جلسہ دار المصنفین کے صدر نشین نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کی صدارت مین منعقد ہوا، باہر سے مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی بھی اس کی شرکت کے لئے تشریف لائے تھے، پروفیسر عبد الباری صاحب ندوی اپنی علالت کے سبب سے شریک نہ ہو سکے، مجلس نے حسب معمول سال بھر کے معاملات کا فیصلہ کیا، اور دار المصنفین کی مالی حالت کا جائزہ لیا

اور اس کو اطمینان کے قابل پایا، ارکان نے دار المصنفین کے رفقا سے بار بار ملکر ان کو استفادہ کا موقع دیا،

ملک کے سیاسی افق پر آجکل کدورت کا جو غبار چھایا ہے، وہ آہستہ آہستہ ہٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے، لیکن ہندو مسلمان اہل سیاست کی باہمی آویزش شاید صرف انتخابی نشستون اور چند فیصدی حقوق کی کمی وبیشی پر کر ختم ہوجائے، یا وزیرون کے انتخاب کی مہم کو سر کرنے سے وہ دور ہوجائے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آزاد ہندوستان مین اسلام اور مسلمانون کی حفاظت صرف نشستون، وزارتون اور فیصدی نوکریون کے تصفیہ سے نہین ہو سکتی، ہماری ہمیشہ سے پکار یہ ہے اور اسی کو ہم ہندوستان مین مسلمانون کی حفاظت کی ضمانت جانتے ہین کہ مسلمان سب کے ساتھ مل کر ملک کی آزادی مین حصہ لین، اور ملک کی اکثریت انکی کلچرل اٹانومی (تمدنی ومذہبی خود مختاری) کا حق تسلیم کرے، اور مسلمانون کی تعلیم، اوقاف، مساجد اور شخصی قانون وعدالت کے محکمے ان کے ہاتھون مین سپرد کر دے، اس تجویز کی تفصیلات پر معارف اور ہمارے بعض خطبون مین تفصیلین آچکی ہین،

یہ بات افسوس کے قابل ہے کہ ہمارے بعض آزاد و سیاسی نوجوان اپنی زبان اور قلم سے مذہب کو صدمہ پہنچا کر ملک کی آزادی کی راہ مین جو ان کو ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، خود مشکلین پیدا کر رہے ہین، اور مسلمانون کو اس روش سے کلی نفرت دلا رہے ہین جسکی طرف وہ مسلمانون کو پوری بیتابی کیساتھ بلا رہے ہین، اگر وہ خدا کیلئے نہین تو کیا اپنی ملکی آزادی کی خاطر اپنے طرز عمل مین تبدیلی کر سکتے ہین، خدا جانے کتنے مسلمان ہین جو ملک کی آزادی کے ان ہی کی طرح خواہان ہین مگر اس کے لئے وہ اپنے مذہب کو قربان کرنا نہین چاہتے، کاش یہ سیاسی نوجوان "مذہب مین عدم مداخلت" پر اتنا ہی عمل کرتے جتنا انگریز اپنی مملکت مین کرنے کا دعوی کرتا ہے،

ایک عربی شاعر کہتا ہے،

وظلم ذوی القربیٰ اشد مضاضۃ علی النفس من وقع الحسام المہند

اور رشتہ دارون کا ظلم تیز تلوار کے زخم سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے،

اسی لئے اُس مسلمان کے قلم اور زبان سے جس کا رشتہ اسلام کے ساتھ خواہ نام ہی کا کیون نہ ہو تا ہم ہ[illegible] مذہب اور اسلام کے خلاف ایک حرف سننا بھی ہم پر غیرون کے پورے دفتر سے زیادہ شاق گذرتا ہے، اور گذرنا چاہئے، ہم کو ایسے نوجوانون کی خدمت مین بے باکانہ عرض کرنا ہے کہ وہ اپنے کو کھو کر کچھ پا نہین سکتے،

مدینہ منورہ کے سب سے محفوظ سب سے منظم اور سب سے نادر کتبخانہ شیخ الاسلام عارف حکمت کے مدیر شیخ ابراہیم حمدی آجکل ہندوستان آئے ہوئے ہین، اور اس وقت دار المصنفین مین مقیم ہین، یہان سے پٹنہ ہو کر کلکتہ او[ر] وہان سے سیدھے حیدرآباد دکن جائین گے، موصوف کے سفر کا مقصد کتبخانہ اور اس کے ملازمون کے لئے امداد حاصل کرنا ہے، اس کتبخانہ مین اس وقت گیارہ ہزار قلمی کتابین ہین، وہ تمام اہل علم جو مدینہ منورہ گئے ہین کتبخانہ کی اہمیت اور شیخ مذکور کی خدمات سے پوری طرح واقف ہین، اس کتبخانہ کے مصارف جنگ عظیم تک ترکی اوقاف سے ادا کئے جاتے تھے، مگر افسوس کہ ع آں قدح بشکست وآن ساقی نماند،

اس کتب خانہ کے لئے واقف مرحوم نے یورپین ٹرکی مین بہت سی جائدادین وقف کی تھین جو اس جنگ عظیم مین ترکون کے ہاتھون سے نکل گیئن، اس پر بھی ترکی حکومت اس وقت تک جبتک مصطفیٰ کمال پاشا نے خلافت کے بارے سبکدوشی نہین حاصل کر لی، ادا کرتی رہی، اور اب یہ پورا خزانہ مسلمانون کے دست کرم کا محتاج ہے،

مقالات

جامعہ دارالسلام عمرآباد

کا

خطبۂ اسناد

اکتوبر کے آخر میں مجھے نو دس برس کے بعد ہندوستان کے اس دور دراز صوبہ میں جانے کا اتفاق ہوا جس کو مجھ سے، اور مجھکو جس سے دلی انس ہے یعنی مدراس، مدراس کے اس مقام میں جو آرکاٹ کے نام سے مشہور ہے، اور جو کبھی ایک اسلامی حکومت کا مرکز تھا، اور جس کے کھنڈروں میں اب بھی اسلامی جاہ و جلال کی یادگارین دفن ہین، اب ایک نئی اسلامی حکومت کا آفتاب نکلنے والا ہے، مگر یہ آفتاب سیاست کا نہیں، بلکہ علم و فن اور کتاب و سنت اور اسلامی تبلیغ و تہذیب کا ہے، اور اس کا نام جامعہ دار السلام عمرآباد ہے،

اس کے چارون طرف مسلمانوں کی مشہور آبادیاں واقع ہیں یعنی آرکاٹ ویلور، میل وشارم، پیرم بیٹ، آمبور وانمباڑی، ترپاتور وغیرہ،

آرکاٹ ویران ہو چکا ہے، میل وشارم مدراس کے مشہور تاجر نواب سی عبد الحکیم کا وطن ہے، اور یہان اُن کی طرف سے ایک انگریزی اسکول اور شفاخانہ قائم ہے، ویلور میں عربی کے دو مشہور پرانے مدرسے لطیفیہ اور باقیات صالحات واقع ہیں، پیرم بیٹ میں اخاف اور[illegible]

کے مستند وعمار ہیں، آمبور روشن کمپنی کے ممتاز تاجر حاجی جلال، اور دوسرے ممتاز مسلمان تاجروں کا مسکن ہے، حاجی جلال صاحب کی طرف سے یہاں ایک ابتدائی مدرسہ، اور جلالیہ اردو لائبریری ہے ایک اور مسلمان تاجر کا لڑکیوں کا مدرسہ ہے، وانمباڑی میں اسلامیہ کالج، مدرسۂ عربی معدن العلوم، اور لڑکیوں کا مدرسہ، مدرسۃ البنات، اور بعض دوسرے ابتدائی تعلیم کے اسکول ہیں، اور ترپاتور میں مدرسۂ عثمانیہ اردو اور دینیات کا ایک اچھا مدرسہ ہے، عمرآباد اب ایک نئی آبادی ہے، جو ۱۹۲۲ء سے شروع ہوئی ہے،

ان اطراف میں سب سے پہلے میرا جانا ۱۹۱۲ء میں ہوا، اس وقت وانمباڑی کے اسلامیہ کالج کے ہیرو مرحوم ابراہیم قریشی زندہ تھے، اور ان ہی مرحوم کی معیت میں ان اطراف کے تاریخی مقامات دیکھے، آمبور اور عمرآباد کے بیچ میں ایک ندی ہے، آمبور سے ندی کو پار کرکے عمرآباد پہونچتے ہیں، ان دنوں یہ میدان غیر آباد تھا، اور گڑھ آمبور کے نام سے موسوم سامنے ایک پہاڑی سلسلہ ہے، جو اس حیثیت سے تاریخی ہے، کہ اسی دیوار کے پردہ سے میسور کا شیر ٹیپو سلطان انگریزی فوجوں پر حملہ کے لئے نکلا کرتا تھا، پہاڑی کے اوپر دو بہت ہی بڑی چٹانیں آکر اس طرح ملی ہیں، کہ ایک محفوظ سنگی قلعہ بن گیا ہے، پاس ہی میدان میں ایک چھوٹی سی پرانی مسجد ویران پڑی ہے، جس پر ایک فارسی قطعہ نقش ہے، جس سے ۱۱۲۰ھ کی تاریخ نکلتی ہے، قریب ہی وہ مقام ہے، جہاں انور الدین خان نے شہادت پائی تھی،

۱۹۲۲ء میں اس ویرانہ کی قسمت جاگی، روشن کمپنی کے شریک اعظم حاجی کاکا محمد عمر نے جو ان اطراف کے ایک مخلص موحد تاجر تھے، اور جنھوں نے سالہا سال امرتسر میں مولینا عبداللہ صاحب غزنوی کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا، اس زمین کو خرید لیا، اور اسکو اپنا

مسکن بنایا، اور اپنے نام کی نسبت سے عمرآباد اس کا نام رکھا، اور اسی کے ساتھ دارالسلام نام ایک نئے طرز کے عربی مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اس کو مدراس کا دارالعلوم ندوۃ العلماء سمجھنا چاہیئے، نصاب مختصر اور مفید بنایا گیا، معقولات کو کم کیا گیا، دینیات پر زور دیا گیا، انگریزی ضروری کی گئی، کتب خانہ کی بنیاد ڈالی، دارالاقامہ بنا، مسجد بنی، مدراس، اور ہندوستان کے مدرس یکجا کئے گئے، حنفی اور اہل حدیث عالم ساتھ مل کر بیٹھے، اور فقہی تعصب کا خاتمہ کیا گیا، طالب علموں کی تعلیم و تربیت پر بہت صرف کی گئی، اور اردو زبان یہاں کی تعلیمی زبان قرار پائی، لڑکے اسی میں تحریر اور تقریر کرتے ہیں، اس کا مصحف نام ایک اردو رسالہ ہے، ایک پریس ہے، ۱۹۲۴ء میں یہ مدرسہ قائم ہوا، اور ۱۹۲۶ء میں اس کی یہ عمارت تیار ہوئی، اس وقت میں مدراس میں موجود تھا، اور اتفاق سے عمرآباد حاضر تھا،

مدرسہ کے قریب حاجی عمر مرحوم کے بڑے صاحبزادہ کاکا محمد اسماعیل نے ایک محمدیہ مڈل انگلش اسکول قائم کیا ہے، اس کی عمارت الگ ہے، پڑھنے والے مسلمان اور ان سے زیادہ ہندو بچے اور کچھ بچیاں ہیں، لیکن خاص بات یہ ہے کہ یہاں ہر مسلمان اور ہندو لڑکے کو اردو لازمی طور پر پڑھنا پڑتی ہے، چنانچہ ہندو بچوں اور بچیوں کے منہ سے ہم نے یہاں اردو حمد کے اشعار سنے،

مرحوم حاجی عمر کا انتقال ۱۹۲۷ء میں ہوگیا، اب ان کی جگہ ان کے لائق جانشین کاکا اسماعیل اور کاکا ابراہیم اوسی فیاضی کے ساتھ اپنی تجارت کی دولت اس درسگاہ پر لٹا رہے ہیں، حاجی جلال اور نواب سی عبدالحکیم وغیرہ دوسرے مسلمان تاجر بھی اوکی مدد کرتے رہتے ہیں،

اس دفعہ اس مدرسہ نے اپنی بارہ سال کی عمر میں اپنے فارغ طالب علموں کو سند دینے

اور ان کی دستار بندی کی رسم ادا کرنے کے لئے وسط شعبان ۱۳۵۶ھ میں جلسہ ترتیب پایا، اور پنجاب، دہلی، یوپی، اور مدراس کے عالموں کو شرکت کی دعوت دی، جلسہ نہایت کامیاب ہوا، انتالیس طالب علموں کو فراغت کی سند دی گئی، اور ان کی دستاربندی کی رسم ادا کی گئی،

فارغ طلبہ نے اردو، عربی اور انگریزی میں تقریریں کیں، یہاں کے کئی طالب علموں نے عالم ہو کر انگریزی پڑھی، اور یونیورسٹی کا امتحان پاس کیا ہے، اس کے طلبہ میں بحمد اللہ پرانے مدرسوں کی فرسودگی، اور جمود نہیں، باخبر اور زمانہ کے رنگ سے آگاہ ہیں، اور ہندوستانی جاننے کی وجہ سے ہندوستان کی ساری تحریکوں سے واقف ہیں، مدرسین بھی خیرخواہ اور مخلص ہاتھ آئے ہیں، خصوصاً مولینا فضل اللہ صاحب کا وجود ان کی رہبری کے لئے بیحد مفید ہوا ہے، ہم کو جنوبی ہند میں اس درس گاہ کے ذریعہ مسلمانوں میں اصلاح اور بیداری پیدا ہونے کی بڑی امید ہے،

دستار بندی کے اس جلسہ میں مجھ سے فارغ شدہ طلبہ کو خطاب کرنے کی فرمایش کی گئی تھی، میں نے چاہا تھا، کہ یہ تقریر زبانی ہو، لیکن کارکنوں کے اصرار سے جلسہ کی رات کو دو بجے بطرح قلم بند کرائی گئی، کہ بولنے والا ہر لمحہ سونے کے لئے اور لکھنے والے اس کے جگانے کے لئے مستعد تھے، اسی لئے جلسہ میں اس کو پڑھتے وقت میں نے کہا تھا، کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو سامعین اس کو میرے "خمار نیم شبی" پر محمول کریں،

"س"

الحمد للہ الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم، والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی بعث بالعلم والحکم، وعلی آلہ واصحابہ الذین

نشروا العلم فی العرب والعجم، سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم،

علماے عزیز! یہ خطاب ان علما، کی طرف ہے، جو آج اپنی باقاعدہ طلب علم کی منزل طے کر کے اس خطاب کے مستحق ہوئے ہیں، آج سے پہلے وہ طالب علموں کے گروہ میں داخل تھے جن کی جدوجہد اور کوششوں کے تمام مظاہر اس درسگاہ کی چہار دیواری کے اندر محدود تھے، لیکن آج وہ اس تنگ دائرہ سے نکل کر انسانی مجمع کے بڑے دائرہ میں آگئے ہیں، آج سے ان کی ذمہ داریاں ان کے پچھلے زمانہ سے بالکل الگ اور ممتاز ہیں، اب ان کی ذمہ داریاں بحیثیت کسی درس گاہ کے محکوم اور تابع کے نہیں، بلکہ بحیثیت ایک حاکم اور متبوع کے ہیں، اب نہ صرف ایک محلہ، نہ صرف ایک شہر، نہ صرف ایک صوبہ، نہ صرف ایک ملک، بلکہ پوری دنیاے اسلام کی ذمہ داریاں ان میں سے ہر ایک کے سر بقدر اس کی توفیق اور اسکی کوشش کے ہیں، اب آپ نمونہ بن کر دنیا کے سامنے آرہے ہیں، اب آپ کی حیثیت اتنی اونچی ہو رہی ہے، کہ آپ اگر چاہیں، تو اپنے علم اور عمل کی طاقت سے صراط مستقیم پر چل کر حق کے رہنما اور مسلمانوں کے رہبر بن سکتے ہیں، اور اگر حق کی شاہراہ سے آپکا علم یا عمل کا قدم ذرا ہٹ جائے، تو ضلوا فاضلوا کے مصداق بن سکتے ہیں، اسلئے آج وہ موقع ہے کہ آپ اپنی زندگی کو اپنے اس علم کی روشنی میں جسکو آپ نے اتنی محنتوں اور کوششوں سے حاصل کیا ہے، اس منزل مقصود کے پانے کے لئے قدم اٹھائیں جس کے لئے آپنے اپنے شوق و محنت کو، اور آپ کے استادوں نے پورے ذوق و شوق سے، اور آپ کے کارکنوں نے بڑی آرزوؤں، اور تمناؤں سے آپ کو تیار کیا ہے،

جو کچھ میں آج آپ سے کہنا چاہتا ہوں، کوئی نئی بات نہیں، یہ وہی ہے، جو آپ سالہا سال تک کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں، اور آپ کے استادوں نے آپ کو بتایا، اور آپکے جامعہ نے آپ کو سکھایا ہے، اسلئے میرا اس وقت کچھ کہنا، صرف آپ کو تذکیر اور یاد دہانی ہے،

عزیزانِ من! آپ کو معلوم ہے دنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جو علم کیساتھ مبعوث ہوا ہے، اور جو حکمت دے کر بھیجا گیا ہے، اس کے نزدیک نسلِ انسانی کا آغاز ہی علم سے ہوا ہے، اور اسی کے ذریعہ آدم کے سر پر کرامت کا تاج رکھا گیا ہے،

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ کی موروثی عزت وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا کا پرتو ہے، ہم کو وہ رسول عنایت کیا گیا، جسکی شان یہ ہے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، ہم کو وہ وحی مرحمت ہوئی جسکا آغاز اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ، الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، سے ہوا، وہ عرب جن کی نادانی اور جہالت ضرب المثل تھی، وہ اس دین کو پاکر علم و حکمت کے سرمایہ دار، اور اسرار و رموزِ الٰہی کے امانت دار ہوگئے، وہ قریش جن میں مورخ بلاذری کے بیان کے مطابق بعثتِ نبوی کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسلام کی روشنی سے پرنور ہوکر ساری دنیا کے استاد اور معلم ہوگئے، اسلام عرب کے ریگستان سے نکل کر دنیا کے جس حصہ میں پہنچا، اسکو علم کی روشنی کر منور کردیا، مصر، شام، عراق، ایران، خراسان، افریقہ، مغرب، اسپین، ان سب میں علم کی بہارین آئیں، صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام نے اپنے رسول کی معرفت سے علم کا جو خزانہ پایا تھا، اس کو ربعِ مسکوں میں بانٹا، آج انہی کی کوششوں کا صدقہ ہے، کہ سرزمینِ عرب سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر ہمارے علماء علم و عرفان کی دولت تقسیم کر رہے ہیں،

مدینہ کی وہ چھوٹی سی مسجد، جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے، اسلام کی پہلی درسگاہ ہے، وہی حق کی عبادت کا مقام اور علم کی اشاعت کا مرکز تھی، جہاں جہاں بھی مسلمان پھیلے، ان کی عبادت گاہیں ہی علم کی درسگاہیں بنیں، یہانتک کہ چوتھی صدی میں خراسان میں مدرسوں کے نام سے الگ عمارتوں کے بننے کا رواج ہوا، جہانتک ضرورتوں کا تعلق ہے یہ علٰحدگی تمدن کی وسعت کا لازمی نتیجہ تھی، لیکن جہان تک حقیقت کا تعلق ہے اس کو نہ بھولنا چاہئے، کہ ہماری عبادت گاہ ہی ہماری درسگاہ ہے، اس کا یہ منشاء ہے کہ ہمارا

علم ہماری عبادت کا ایک حصہ ہے، اس لئے جس طرح ہماری عبادت صرف خدا کے لئے ہونی چاہئے، اسی طرح ہمارا علم بھی خدا ہی کے لئے ہونا چاہئے، کیونکہ اسلام میں علم کی غرض و غایت نہ تو نوکری اور خدمت ہے اور نہ امتیاز و شہرت ہے، نہ ذریعۂ رزق اور دنیا طلبی ہے، بلکہ اس سے مقصود صرف خدا کی معرفت اور اس کے احکام اور شریعت سے واقفیت ہے، اور اس کے ذریعہ خدا کی خوشنودی کی طلب ہے، اسلئے ہر وہ شخص جس کے علم کی غرض و غایت یہ نہیں وہ سچا عالم بھی نہیں، آپ کو ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ والی وہ روایت یاد ہوگی، جسکو بیان کرتے ہوئے ان پر غشی طاری ہوجاتی تھی، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن جب علماء سے پوچھے گا کہ تم نے علم پڑھ کر کیا کیا، اور وہ جو جواب دیں گے، اس پر خدا ارشاد فرمائیگا کہ تم نے تو علم اس لئے پڑھا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے تمکو دنیا میں عالم کہا جاچکا، اور تم اپنی مزدوری پاچکے،

احادیث میں علماء سوء کی جو برائیاں آئی ہیں، ان سے آپ میں سے کون واقف نہیں، ہر قدم پر ہم کو اور آپ کو خدا تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے، کہ وہ ان برائیوں سے محفوظ رکھے، اور اپنی اس تمثیل مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا کا مصداق نہ بنائے، اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ہمارا شیوہ نہ ہو، ایک عالم دین کا پہلا فرض یہ ہے کہ اللہ عزوجل کیساتھ اس کا رشتہ مستحکم ہو اس کے علم و عمل کا ہر قدم خدا کے لئے اٹھے، اسکی سعی و کوشش کی ہر حرکت کا مرکز خدا کی رضا و خوشنودی کی طلب ہو، اس کا علم پہلے اسکے لئے ہو، پھر دوسروں کے لئے اِتَّعِظْ ثُمَّ عِظْ کا موقع اس کے سامنے ہو جس کا معاملہ خدا کے ساتھ درست نہیں، جس کی نیت خیر نہیں، جس کا عمل اخلاص پر نہیں، اس کے لئے خیر و برکت نہیں،

علمائے سلف کی زندگیاں کم و بیش ہماری زندگیوں سے بڑی نہ تھیں، لیکن اس تھوڑی سی زندگی میں انھوں نے جو بڑے بڑے کام انجام دیئے، جو ضخیم تصنیفات یادگار چھوڑیں، اپنے شاگردوں اور مستفیضوں کا جو وسیع حلقہ تیار کرلیا، وہ تاریخ کے اوراق میں حیرت کیساتھ پڑھے جاتے ہیں، اگر دنیا میں ابن جریر طبری

کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی اور صرف ان کی تفسیر کی یہ تیس جلدیں ہوتیں، تو ان کی دینی اور علمی خدمت کی ایک حیرت انگیز مثال ہوتی، لیکن اس ضخیم تالیف کیساتھ تاریخ و اخبار اور فقہ و آثار کے دوسرے بیسیوں ان کے کارنامے موجود ہیں، ابن جوزی کی تصنیفات کا ان کی زندگی کے ایام پر حساب لگایا جائے تو اوسطاً چھ صفحے روزانہ ہوتے ہیں، امام رازی کی صرف تفسیر کبیر ہی اگر تصنیف ہوتی، تو ان کی زندگی کی ایک بڑی خدمت ہوتی لیکن ان کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے اسکے علاوہ ہیں، جو اس حالت میں ترتیب دیئے گئے ہیں جب دنیائے اسلام تاتاریوں کے حملوں سے زیر و زبر ہو رہی تھی، امام مالک کے تلامذہ کے حلقہ میں، ایشیا، افریقہ اور یورپ تین براعظم کے باشندے داخل ہیں، امام بخاری کے ایک شاگرد، فربری کے تقریباً نوے ہزار شاگرد تھے، یہ چند مثالیں ہیں، جن سے صرف یہ بتانا مقصود ہے، کہ ان بزرگوں کے کاموں کی یہ وسعت ان کے حسن نیت کا صدقہ تھی، آج بھی ہماری کامیابی کا وہی ذریعہ اور طریقہ ہے، جو پہلے تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھولنے کے قابل نہیں، کہ لایصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها،

ہمارے یہاں علماء میں جب علم جنگ و جدل اور مناظرہ و مباحثہ کے لئے رہ گیا، اور سلاطین سلجوقیہ کے زمانہ میں فقہاء نے اسکو حصول خدمت اور شاہانہ درباروں میں طلب عزت کا ذریعہ بنایا، تو جو حالت ہوئی اس کا ماتم امام غزالی نے احیاء العلوم میں جس طرح کیا ہے، وہ آج بھی ہمارے لئے عبرت کا سامان ہے، بغداد میں حنابلہ اور اشاعرہ کی خونی معرکہ آرائیاں، اور سلجوقیوں کی حکومت میں اشاعرہ اور معتزلہ کی باہمی آویزش کے تلخ نتیجے بھولنے کے لائق نہیں، پہلے واقعہ نے بغداد کی تباہی کا سماں دکھایا اور دوسرے واقعہ نے الموت میں باطنیہ کی صد سالہ قوت کا مسالہ فراہم کیا، خود ہمارے اس ملک میں اسلامی حکومت کے خاتمہ سے لیکر آجتک علمائے فرقہ وارانہ کے اصول پر احقاق حق اور رد باطل کے جو طریقے اختیار کئے، ان کے جو نتیجے سامنے آئے وہ کس سے چھپے ہیں، اہل حق میں سے علمائے اہل حدیث اور علمائے احناف کے مناظرے جادۂ حق سے ہٹ کر جس جس طرح مقدمہ بازی تک پہونچے، اور آج بھی پہونچ رہے ہیں، ان پر افسوس کس کو نہیں آتا، ان افسوسناک جھگڑوں نے امت اسلامیہ کے شیرازہ کو جس طرح منتشر کیا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور متفرق فرقوں میں اس طرح بٹ گئے ہیں، کہ اصل دین کی حرمت سے سب غافل ہیں، اور اس حماقت میں مبتلا ہیں، کہ شاخوں پر پانی دینے سے جڑیں مضبوط ہوں گی،

علماء عزیز! اس سے پہلے کہ آپ قوم میں جائیں، اور ملک میں پھیلیں، آپ کو اس غلطی سے ہوشیار ہو جانا چاہئے، اور فرقہ واری کے تنگ دائرہ سے نکل کر اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں مصروف ہونا چاہئے، آج ہمارے جو فقہی اختلافات ہیں، وہ کم و بیش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے چلے آرہے ہیں، ایک کی نظر میں کوئی پہلو قوی ہے، اور دوسرے کی نظر میں کوئی دوسرا، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ان اختلافات کے باوجود اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کی مثال اور كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ کا نمونہ تھے تو کیا وجہ ہے، کہ آج بھی ہم ان کی پیروی میں اپنے اپنے تحقیقی اختلافات کے ساتھ مل کر مسلمانوں کی ایک متحدہ جماعت نہ بن سکیں اور هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کے تنہا خطاب سے اپنے کو مخاطب کریں،

آپ کو یہ فخر ہونا چاہئے کہ آپ نے ایک ایسی درسگاہ میں تعلیم پائی ہے جو ہندوستان کی ان درسگاہوں میں سے ایک ہے، جن کی بنیاد صحیح نقطۂ نظر پر قائم کی گئی ہے، اس کے احاطہ میں مختلف خیال اور طرز کے اساتذہ سے آپنے فیض پایا، اس کے کارکنوں میں ایسے مخلص ہیں، جو اپنی اپنی تسلی کے مطابق پورے اخلاص اور یکجہتی کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، جن بھائیوں کے ساتھ مل کر آپ نے اپنی زندگی کے یہ بہترین دن گذارے، ان میں اپنی اپنی روش کے اختلاف کے باوجود پوری محبت اور برادرانہ خلوص قائم رہا، اب ہم میں سے ہر ایک کو یہ امید ہے کہ آپ کی آیندہ زندگی بھی اسی محبت اور یکجہتی کے ساتھ بسر ہوگی، اور فرقہ داری کے بجائے اصل دین کی حمیت آپ کو سرگرم رکھے گی، اور شاخوں کی بجائے جڑ پر آپ کی نظر رہے گی،

عزیز و! بظاہر آپ کی طلب علم کا زمانہ ختم ہو گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کی طلب علم کا زمانہ اب شروع

ہوا ہے، اس سے پہلے جو سال بھی آپ نے علم کی تحصیل میں صرف کئے، اس کا منشا اپنے اندر علم کی استعداد پیدا، اور تحقیق کا سامان فراہم کرنا تھا، آج آپ کو جو سند دی جا رہی ہے، وہ اس بات کی نہیں ہے، کہ آپ کا علم درجۂ کمال کو پہنچ گیا، جس میں اضافہ کی گنجائش نہیں، بلکہ اس بات کی ہے، کہ آیندہ حصولِ کمال اور تحقیق کے مُعِدّات آپ میں پیدا ہو گئے ہیں جن سے اگر آپ کام لیں، تو منزلِ مقصود تک پہونچ سکتے ہیں، یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم میں اتنی پستی آگئی ہے، کہ طالب علمی میں جو کچھ پڑھ لیتے ہیں، اس کو منتہی جانتے ہیں، ایک سچے عالم کا تو یہ حال ہوتا ہے، کہ وہ عمر بھر طالب علم ہی رہتا ہے، اسکی زندگی کا ہر لمحہ کسی نئی چیز کی واقفیت اور کسی نیکی کی خدمت میں بسر ہونا چاہئے، مگر کیا یہ واقعہ نہیں ہے، کہ ہم میں سے اکثر طالب علمی ختم کرنے کے بعد علم کی ہر کتاب پیچ کر رکھدیتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ علم کی طلب کی ہر کوشش ختم ہو گئی، آج یہ حال ہے کہ آمد و رفت کی سہولت اور چھاپے کی آسانی نے ہمارے اسلاف کے دفینوں کو کھود کھود کر بر سر بازار لگا دیا ہے، ہر روز ہمارے بزرگوں کی کوئی نہ کوئی نئی کتاب سامنے آتی ہے، اور مشرق و مغرب کے مشتاق اسکو ہاتھوں ہاتھ خریدتے ہیں، لیکن جو گروہ اس تحفہ کا سب سے زیادہ مستحق ہو سکتا تھا، وہی اپنے تغافل اور سست کاری سے اعراض برت رہا ہے،

ہمارے درس کا یہ حال ہو رہا ہے، کہ متون کی شروح، اور حاشیے اور پھر ان سے متعلق شروح و تعلیقات میں وقت کا بڑا حصہ برباد ہو رہا ہے، علوم دین جو مقصود بالذات تھے، پیچھے ہو رہے ہیں، فلسفۂ یونان جو ہمارے بزرگوں نے دین کی خدمت کے لئے بضرورتِ زمانہ سیکھا تھا، وہ ہم میں سے کتنوں کا مقصود بن گیا ہے، اور اصل کتاب و سنت کی تعلیم کا ذوق کم ہو گیا ہے، علوم عقلیہ کی تعلیم کا مقصد تو یہ تھا کہ وہ علوم دین کی خدمت میں کام آئیں، نہ یہ کہ وہ اصل مقصد قرار پائیں، زمانہ سابق میں ان علوم عقلیہ کو ہم نے اسلئے اختیار کیا تھا، کہ وہ اس زمانہ کے لوگوں کے ذہنوں پر اس طرح چھا گئے تھے، کہ ان کے واسطہ کے بغیر علوم دین کی خدمت نہیں ہو سکتی تھی، اب جب زمانہ کا ماحول بدل گیا، یونانی علوم کی تحقیقات تقویم پارینہ ہو گئیں، اور لوگوں کے ذہنوں سے ان کا تسلط جاتا رہا، تو ان علوم کے ذریعہ سے اس زمانہ میں علوم دین کی خدمت کا خیال بے سود ہے،

اب جو علوم عقلیہ عوام کے ذہنوں پر چھائے ہیں، اور جس قسم کے دلائل کی قوت کے آگے وہ سر جھکاتے ہیں انہی کو اس زمانہ میں علوم دین کی خدمت کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے، ہم کو خوشی ہے کہ آپنے ایک ایسی درسگاہ میں تعلیم پائی ہے جس کی نظر سے یہ نکتہ چھپا نہیں، اور کچھ نہ کچھ اس راہ میں آپ نے قدم اُٹھایا ہے، اُمید ہے کہ آیندہ اور بھی ضروری علوم اس میں داخل ہوں گے، اور خود آپ بھی کوشش کریں گے، کہ نئے علوم کی کتابوں کو جو آپ کی زبان میں بہت حد تک چھپ چکی ہیں، مطالعہ کریں، تاکہ نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے خیالات کو آپ سدھار سکیں، اور دین کی سچائیوں کو ان کی عقل کے مطابق سمجھا کر انکی تسلی کر سکیں،

عزیزو! آج زمانہ کے خیالات اور دنیا کے واقعات میں اس تیزی کیساتھ تبدیلی ہو رہی ہے کہ ان کے جانے اور سمجھے بغیر آپ مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے، دنیا میں سیاسی اور اقتصادی خیالات ایسے چھائے ہوئے ہیں، اور انقلاب کی گھڑیاں اس طرح پے در پے آرہی ہیں، اور گذر رہی ہیں، کہ ایک عالم دین کے لئے جس کو مسلمانوں کا خدمت گذار ہونا ہے، ان کو سمجھنا اور ان کے حل کرنے کی تدبیر سوچنا، ضروری ہے، صرف اعراض اور تغافل سے ان دقتوں کو آپ حل نہیں کر سکتے، صرف آپ کے توجہ نہ کرنے سے نہ دنیا اپنے قاعدہ کو بدل سکتی ہے، اور نہ زمانہ اپنے رُخ کو پلٹ دے سکتا ہے، مشکلات کا مقابلہ کرنا، اور موجودہ جد و جہد میں مناسب حصہ لینا، اور ملک و قوم کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے مناسب مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنا بھی ایک عالم دین کا فرض ہے،

اسلام وہ مذہب ہے کہ جس دن وہ دین بنا اسی دن وہ سیاست بھی تھا، اس کا منبر اس کا تخت اسکی مسجد اسکی عدالت، اسکی توحید نمرودوں، فرعونوں، قیصروں اور کسراؤں کی شاہنشاہی کے مٹانے کا پیغام تھی، صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کی پوری زندگیاں ان مرقعوں سے بھری ہیں، اور وہی اسلام کی سچی تصویریں ہیں، اور جب تک علما علما رہے، وہی ان کا اسوہ تھا، آج جب ہم پھر نئے سرے سے اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں، اور پچھلی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں، تو ضرورت ہے کہ ہم اسی نقشِ قدم پر چلیں جو ہمارے

بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا ہے،

آج کل ہمارے علما، کا کام صرف پڑھنا پڑھانا، مسئلے بتانا اور فتوے لکھنا سمجھا جاتا ہے، لیکن اب وقت ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے پچھلے سبق کو پھر دہرائیں، اور دیکھیں کہ ان کا کام صرف علم و نظر تک محدود نہیں، بلکہ سعی و عمل اور جدوجہد اور عملی خدمت بھی ان کے منصب کا ایک بہت بڑا فرض ہی، ہر آبادی جہاں وہ رہیں، و ان کی سعی و خدمت سے آباد رہے، وہاں کے جاہلوں کو پڑھانا وہاں کے نادانوں کو سمجھانا، وہاں کے غریبوں کی مدد کرنا، وہاں کی ضرورتوں کو پورا کرنا، وہاں کے امیروں کو حق کا پیغام سنانا، وہاں کے معذوروں کی خدمت کرنا، وہاں کے بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا، مسلمانوں کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ کرنا، ان کو دنیا کی ضرورتوں سے باخبر کرنا، ضرورت کے ہر موقع پر آگے بڑھنا، اور اپنے علم و عمل کی ہر کوشش سے ان کو فائدہ پہونچانا، ایک عالم دین کے فرائض ہیں،

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے، کہ مسلمانوں کو اپنے دین کی باتوں سے واقفیت کے لئے بہت بڑے علم و فضل کی ضرورت نہیں، عقیدہ اور عبادت اور دوسری مذہبی نیکیوں کے لئے دین کا معمولی علم کافی ہے یعنی ہر مسلمان کو بجائے خود بڑا عالم ہونا ضروری نہیں، لیکن اس سے ایک منٹ کے لئے بھی پہلو تہی نہیں کیجا سکتی کہ ان کو اپنی دینی و دنیاوی بھلائی کے لئے ہر وقت عمل کے واسطے کمربستہ ہونا ضروری ہے، آج دنیا لڑائی کا میدان ہے، جو بھی سستی سے اپنی جگہ کھڑا رہے گا، وہ گر جائے گا، اسی لئے علمی قوت سے زیادہ آج عملی قوت کی سرگرمی کی ضرورت ہے، علم "خیر و شر کی تمیز بتانے کے لئے ضروری ہے، لیکن محض خیر و شر کی تمیز سے آپ کامیاب نہیں ہو سکتے، جب تک جو خیر ہے، اس کی طلب، اور جو شر ہے اس سے پرہیز آپ کا شیوہ نہ ہو،

ایک زمانہ تھا، جب مسلمانوں میں دنیا کی بہتات تھی، دولت کی کثرت تھی، تجارت کا فروغ تھا، حکومت اور سلطنت ان کے ہاتھوں میں تھی، اسوقت کے علمائنے اپنی حکمتِ ربانی سے یہ صحیح سمجھا، کہ مسلمانوں

کا دولت میں انہماک کسبِ زر میں زیادہ مشغولیت اور حکومت اور سلطنت میں استغراق ان کے دین کے لئے مضر ہے، اسلئے اسوقت انھوں نے ترکِ دنیا اور زہد و قناعت کا بر محل وعظ فرمایا، لیکن اب جب کہ حالت پلٹ گئی ہی، فقر و فاقہ چھایا ہے، مفلسی ان کے لئے فتنہ کا سامان ہے، دولت ان سے جا چکی ہے، تجارت ان سے رخصت ہو چکی ہے، اور سلطنت و حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے، ضرورت ہی کہ ہمارے واعظ اور ہمارے عالم اپنی تقریروں کا رُخ پھیریں، اور اپنے مواعظ کا موضوع سخن بدلیں، تاکہ مسلمانوں میں زندگی کی روح پیدا ہو، اور ان میں زمانہ کے مقابلہ کا حوصلہ آئے، اور اپنی محنت اور سعی و جانفشانی سے اپنے لئے دنیا میں وہ پوزیشن حاصل کریں، جو دنیا کے آخری مذہب کے پیروؤں کا حق ہی،

علمائے عزیز! اب وہ وقت نہیں رہا، کہ آپ حجروں میں آرام کریں، خلوتوں میں وقت گذاریں، اور اپنی کوششوں کو صرف اپنی ہی نجات تک محدود رکھیں، ضرورت ہے کہ میدان میں نکلیں، اور مسلمانوں کی سپہ داری اور سپہ سالاری کا فرض انجام دیں، اور اپنے صحیح علم اور صحیح عمل سے ان کی رہبری کریں، یہ رہبری صرف چند فقہی مسائل تک محدود نہ رہے، بلکہ علم و عمل کی ہر راہ میں آپ کی ذات ان کے لئے چراغ ثابت ہو، اس کا منشا، یہ نہیں ہی کہ آپ اپنے ذاتی تزکیہ اور روحانی صفائی کو غیر ضروری سمجھیں، بلکہ مقصد یہ ہے، کہ اپنے کو بھی بنائیے، اور دوسرے کو بھی بنانے کی کوشش کیجئے، ورنہ ظاہر ہے کہ جو خود نہیں بنا، وہ اوروں کو کیا بنائیگا، اور جو آپ نہیں دیکھ رہا ہی، وہ دوسروں کو کیا راہ دکھائیگا،

اس سلسلہ میں یہ بھی کہنا ہے کہ ہمارے علما، کو اخلاق میں مقدور بھر اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور سلفِ صالحین کا نمونہ بننا چاہئے، ان میں ایثار ہو، ان میں مالی قناعت ہو، ان میں امیروں اور دولت مندوں کی خوشامد اور چاپلوسی سے احتراز ہو، ان کو بلند نظر بلند ہمت، حق گو، اور حق کے اظہار میں بے باک ہونا چاہئے،

آج ان میں ایسے علماء کی بھی ضرورت ہے، جو دوسری قوموں کی زبانوں کو پڑھیں اور ان تک حق

کا پیغام پہونچائیں، ہمارے علما، اگر یورپ کی زبانیں جانتے، تو آج یورپ میں اور دوسرے عیسائی ملکوں تک اسلام کی اشاعت کا کتنا فرض انجام دیتے، اسی ہفتہ ہمارے پاس جاپان سے ایک ہمدرد مسلمان کا خط آیا ہے جس میں اس نے جاپان بلوانے کے لئے چند ایسے مسلمان علماء کے نام دریافت کئے ہیں، جو وہاں جاکر اسلام کا وعظ کہہ سکیں، اور اسلام پر کتابیں لکھ کر جاپانیوں کے سامنے پیش کرسکیں، لیکن افسوس آتا ہے، جب اپنی جماعت کی اس بے بسی و بے کسی پر نظر پڑتی ہے، کہ ہم اپنے اہل مذہب کے لئے سب کچھ جاننے کے باوجود دوسرے اہل مذاہب کے لئے کچھ نہیں جانتے، بلکہ ان جزیروں اور ان دور افتادہ اسلامی آبادیوں کیلئے جو اسلامی مرکزوں سے دور ہیں، ہمارے علما نے نہ اب تک کچھ کیا ہے، اور نہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جاوہ، سماترہ، بورنیا، اور مڈگاسکر سے فلپائن تک اور جنوبی مشرقی اور مغربی افریقہ کے مختلف ٹکڑوں میں نائجیریا کے صحراؤں میں، عیسائی مشنری اور فرقِ باطلہ کے بعض مُبلّغ منڈلا رہے ہیں، لیکن افسوس کہ دینِ حق کا کوئی منادی ان تک پہونچنے کے لئے بے تاب اور سرگرمِ عمل نہیں،

دور جانے دیجئے، اسی مدراس کے وسیع علاقہ میں کام کرنے کے بہت سے موقع ہیں، ان حدود میں بڑی بڑی دولتمند مذہبی درسگاہوں کے پائے جانے کے باوجود ہر طرف جمود اور تعطل نظر آتا ہے، آج جہاں مذہبی علوم کی واقفیت کے لئے عربی جاننا شرط ہے، وہاں اس علم دین کے پھیلانے اور اس پیغام حق کے پہنچانے کے لئے آس پاس کی دیسی زبانوں کا جاننا بھی ازبس ضروری ہے، جہاں ہمکو اپنے پورے ملک کے حالات جاننے اور آپس میں ایک دوسرے کے تبادلۂ خیال کرنے کیلئے ہندوستانی زبان سیکھنا ضروری ہے، اسی طرح مسلمانوں کو اپنے دیس کی مقامی زبانوں میں ادبی لیاقت پیدا کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ وہ اس زبان کے بولنے والے مسلمانوں کو اپنی تحریر و تقریر سے فائدہ پہونچا سکیں، اس زبان میں اسلامی معلومات کی کتابیں لکھ سکیں، قرآن پاک، ضروری احادیث، اور فقہ کی ضروری معلومات کو اس زبان میں منتقل کرسکیں،

مدراس میں عموماً تامل، تلگو، ملیالم، اور کنڑی چار زبانیں بولی جاتی ہیں، اور ان چاروں زبانوں کے

بولنے والے مسلمان موجود ہیں، لیکن ایک طرف وہ ہندوستانی زبان سے کتابی طور سے واقف نہیں کہ اس زبان کی لکھی ہوئی کتابوں سے فائدہ اٹھا سکیں، عربی حروف سے واقف نہیں جسکی وجہ سے قرآن پاک کی تلاوت سے محروم ہیں، خود ان کی دیسی زبانوں میں دینی معلومات کی کتابیں نہیں، ان میں سے کسی زبان میں قرآن پاک کا کوئی ترجمہ نہیں، ایسی حالت میں ان مسلمانوں کی اصلاح اور تعلیم کی طرف سے ہماری بے پروائی کیا مواخذہ کے قابل نہیں؛ ہمارا خیال ہے کہ اس مدرسہ میں مدراس کے مختلف اضلاع کے ایسے علماء تیار ہونگے جو اس فرض کو بھی پوری قابلیت سے ادا کرسکیں گے،

مدراس میں عربی کے جو پرانے مشہور مدرسے ہیں، انھوں نے اپنے امکان بھر جو کوششیں کی ہیں وہ ہر مسلمان کے شکریہ کی مستحق ہیں، اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں مزید خیر و برکت عطا فرمائے، لیکن عمرآباد کے اس نوجوان دارالسلام سے ہماری امیدیں اس قسم کی وابستہ ہیں، جیسی نوجوانوں سے دماغی محنت اور علمی سرگرمی کی توقع کیجاتی ہے، امید ہے کہ اس ننھے سے پودے کو استحکام نصیب ہوگا، یہ پھولے گا، اور پھلے گا، اور ایک دن اسکی شاخیں پورے مدراس کا احاطہ کرلیں گی، یہاں کے مخلص کارکنوں اور استادوں کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، کہ بارہ برس کی مختصر مدت میں انھوں نے جو کچھ کر دکھایا ہے، اس سے آئندہ کے لئے ان سے اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بڑی امیدیں قائم ہوئی ہیں،

حقق اللہ اعمالنا واصلح احوالنا،

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

فلسفہ کا حاصل

بس انسان کی کمزوری اور کوتہ چشمی کا تماشا ہے

(سوم)

از

مولینا عبد الباری صاحب ندوی پروفیسر جامعہ عثمانیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان نے اپنی جسمی اور ذہنی حاجتوں اور مطلبوں کے تحت جتنے علوم او فنون پیدا کئے، ان میں سب سے زیادہ ناکام اپنے مقصد میں کون رہا، ؟ تو اس کا سب سے زیادہ صحیح جواب ایک ہی ہو گا، کہ فلسفہ خصوصاً فلسفہ مابعد الطبیعیات، طبیعیات (علوم طبیعیہ) کی دنیا میں تجربہ کی راہ سے اشیأ کے نئے نئے افعال و آثار اور ان کے باہمی تعلقات کا علم اتنا آگے بڑھ گیا ہے، اور بڑھتا جاتا ہے کہ کل جو تھے ان کو آج کی دنیا کا، اور آج جو ہیں ان کو کل کی دنیا کا پہچاننا ناممکن ہو گا،

لیکن تجربات کے آگے یا طبیعیات کے مابعد ہمارا جہل جہاں کل تھا، وہیں آج ہی، اور جہاں آج ہے وہیں کل بھی ہو گا، جن چیزوں کے افعال اور آثار کے علم نے ہماری دنیا کے زمین اور آسمان بدل ڈالے، انھیں کی ابتدا، اور انتہا، حقیقت اور اصلیت کا سوال اگر کیجئے، تو سچا جواب صرف لاجوابی ہے، ظواہرِ عالم کی نسبت ہم بہت کچھ جانتے، اور جان سکتے ہیں، لیکن حقائقِ عالم کی نسبت کچھ جاننے کا دعوی کریں، تو نرا جہل مرکب ہو گا، اور بقول سقراط ہم اتنا بھی نہیں جانتے، کہ نہیں جانتے"، اس زندگی کو ہم چاہے جتنا سنواریں اور بنائیں لیکن اس کے آگے اور پیچھے کی اگر کچھ فکر ہو تو اول و آخر این کہنہ کتاب افتادہ است" نہ پیچھے کا کچھ نشان ملا

لہ فہم انسانی صد ۴۲ و صد ۴۳،

نہ آگے کی کچھ خبر دے سکتے ہیں، سوا اس کے کہ بس بیچ کے اوراق الٹ پلٹ کر لال بجھکڑوں کی طرح ہرن کے پاؤں میں چکی کا پاٹ باندھتے رہئے،

غرض اپنے یا کائنات کے آغاز و انجام حقیقت و ماہیت، غرض و غایت کے یا اسی طرح کے جتنے سوالات یا ان کی تفصیلات ہوں، خالص عقل و استدلال نے ان کے بارے میں کبھی اذعان و اطمینان نہیں بخشا، بلکہ فلسفہ سے انسانیت کی یہ پیاس اپنے حلق میں صرف کانٹوں کا اضافہ کرتی رہی، اور جہاں انسانی عقل و فہم نے تجربہ کی راہ سے ذرا بہک کر اس خارزار میں اپنے دامن کو الجھایا، تو خود فلسفہ کی ساری تاریخ گواہ ہے، کہ طفلانہ ہمت نے دو ہی چار قدم ڈالے تھے، کہ شک اور ریب جہل اور لاعلمی کے کانٹوں نے ہر طرف سے دامن پکڑنا شروع کر دیا، ایک نکلا نہیں، اور دس نے اور پکڑا، جال کے اندر جتنا پھڑکو وہ اتنا ہی کھال کے اندر گھستا جاتا ہے،

انسانیت کی بیشتر آبادی ہمیشہ اس وادی میں وحی و ایمان کی رہنمائی کو قبول کر کے چلتی رہی عقل کو اگر دخل بھی دیا، تو زیادہ تر قبول ہی کے لئے، البتہ مغرب جہاں سے آفتاب نکلتا نہیں، بلکہ جہاں ڈوبتا ہے وہاں کی نئی پرانی دنیا دونوں کو وحی و ایمان سے کچھ قدرۃً بعد رہا ہے، تو اس کے فلسفہ کی نئی پرانی دونوں تاریخوں کی جو کم و بیش ڈھائی ہزار سال کی وسعت میں پھیلی ہیں، ورق گردانی کر جاؤ، جتنا آگے بڑھتے جاؤ گے اتنا ہی دانش کی جگہ نادانی اور علم کی جگہ لاعلمی سے دوچار ہوتے جاؤ گے،

قدیم فلسفہ کا یونان میں تالیس ملطی (متوفی ۵۵۰ ق م) سے آغاز کیا جاتا ہے، اور ابھی اسکو ڈیڑھ پچاس سال نہیں ہوئے اور بمشکل چند فلاسفہ کے ناموں سے گذرو گے، کہ ہرقلیتوس (۵۰۰ ق م) ہی سے علم و یقین کی جگہ شک و ریب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے "انسان کے پاس کوئی یقینی علم نہیں، ہاں خدا کے پاس ہے، اور مدعی جاہل انسان خدا سے اسی طرح سیکھتا ہے، جس طرح بچہ بڑوں سے[1] حد یہ کہ مادہ پرستوں کے ابو الآبا

لہ لیوس کی سوانحی تاریخ فلسفہ (بیا گرو فیکل ہسٹری آف فلاسفی) صد ۲۲،

دیمقراطیس (متولد ۴۶۰ ق م) تک نے نہ جانے کس معنی میں کہدیا کہ کوئی بات سچ نہیں، اور اگر ہے، تو ہم کو معلوم نہیں[1]، پھر سوفسطائیہ (۴۴۰ ق م) تو علی الاعلان اپنے فلسفہ کی بنیاد ہی جہل اور لاعلمی قرار دیتے ہیں، حق اور باطل خیر اور شر "ہر چیز کا پیمانہ صرف انسان ہے" اور اس پیمانہ کا حال معلوم ہے، کہ ملک ملک قوم قوم کا کیا فرد فرد کا الگ ہوتا ہے، بلکہ ہر فرد کا گوناگون حالات اور اثرات کے تحت بچپن سے لیکر بڑھاپے تک بدلتا رہتا ہے، گورجیاس نے تو سرے سے چیزوں کے موجود ہونے ہی کا انکار کر دیا، اور کہا کہ "اگر موجود بھی ہوں، تو معلوم نہیں ہو سکتیں، اور معلوم ہوں تو دوسروں کو معلوم نہیں کرائی جا سکتیں" سقراط جو سوفسطائیہ کی تعلیم کے اخلاقی نتائج کا سخت دشمن اور منکر ہے، وہ تک اپنا کمالِ دانش یہ جتاتا ہے کہ "میں جانتا ہوں کہ نہیں جانتا"،

سقراط کے نامور شاگرد فلاطون کا اصلی فلسفہ اگرچہ مثالیت یا تصوریت قرار دیا جاتا ہے، لیکن اس کے مکالمات کا مطالعہ کرنے والے سمجھ سکتے ہیں، کہ اس نے اپنے استاد کی شاگردی کا حق زیادہ استادی کیساتھ ادا کیا، خود سقراط اور دوسروں کا نام لے کر ان مکالمات میں ہر طرح کی باہم متعارض اور متناقض باتیں جمع کر دی گئی ہیں، کہ سوچ کر پڑھنے والے کو "کچھ نہ ملے علم میں حیرت کے سوا" اور بعضوں کا یہ قیاس بالکل قرینِ قیاس ہے، کہ وہ دراصل خود ہی متحیر تھا، کسی علم و یقین تک نہیں پہونچا تھا، بلکہ اسی لئے مکالمہ کا طریق تعبیر اختیار کیا، البتہ ارسطو نے اپنے استاد فلاطون کی شاگردی کا حق خود استاد ہی کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا کر ادا کیا، مگر اصل یہ ہے کہ ارسطو فلسفی سے زیادہ حکیم (سائنٹسٹ) تھا، اس لئے مابعد الطبیعیات میں اس کے یہ تیر خالی ہی نہیں گئے، بلکہ اسی کے زمانہ میں تاریخ فلسفہ کے سب سے مشہور ارتیابی پرہو نے ارتیابیت اور شک کو اپنی انتہا پر پہونچا دیا، کہ "ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ نہیں جانتے"[2]، اس کے بعد سچ یہ ہے کہ یونان میں فلسفہ مابعد الطبیعیات کا خاتمہ ہی ہو گیا، اور کسی نے بالکل ٹھیک لکھا ہے، کہ یونانی

[1] لیوس کی سوانحی تاریخ فلسفہ (بیاگرفیکل ہسٹری آف فلاسفی) ص ۱۰۱، [2] شوگلر کی تاریخ فلسفہ ص ۱۳۵،

کا فلسفہ طفلانہ تجسس سے شروع ہوا، اور پیرانہ تذبذب پر ختم، یہ شک و تذبذب صرف جوابات کے متعلق نہ تھا، بلکہ فلسفہ جس قسم کے سوالات کرتا ہے، سرے سے ان کے امکانِ جواب کے متعلق،

مابعد الطبیعیات سے اس مایوسی کے بعد فلسفہ نے یا تو اخلاقیات کی راہ اختیار کی، یا پھر اسکندریہ میں نو فلاطونیت تک پہونچکر مذہب کے زیر اثر وحی والہام کے دامن میں پناہ پکڑی،

"ہم کو حصولِ صداقت سے مایوس ہو جانا چاہئے، بجز اس صورت کے کہ ہم یہ مان لیں، کہ اس کا علم براہ راست خود اس ذات کی طرف سے عطا ہوتا ہے، جو اس کا ابدی سرچشمہ ہے یعنی خود خدا کی طرف سے، اور یہی وہ آخری حل تھا، جو نو فلاطونیت نے اختیار کیا، اور جسکو ارتیابیت نے ناگزیر کر دیا تھا، علمی تفکر کی راہ سے حصولِ یقین کی مایوسی ہی اس پر مجبور کر سکتی تھی، کہ صداقت کو وحی کے اندر پہچاننے کی کوشش کیجائے، جو فکر سے بالاتر ہے[1]"،

اس طرح قدیم فلسفہ کا تو خیر خاتمہ ہی پیرانہ شک پر ہوا، لیکن جدید نے جنم ہی شک کے پیٹ سے لیا، اور دیکارٹ ہر ہر شے کو قابلِ شک قرار دے کر صرف "میں ہوں" کے ایک نقطۂ یقین پر ٹھہر سکا، اور گو کہنے کو یہ شک "ناقابلِ شک" کی تلاش کیلئے تھا، لیکن ہوا یہ کہ شک ہی کی راہوں کو اس نے اور کھول دیا، یہانتک کہ "اس میں ہوں" کے رہے سہے آخری نقطۂ یقین کو بھی گم کر کے رہا، یا کم از کم اتنا موہوم کر دیا، کہ یہ بھی مفہوم نہ ہو سکے، کہ "میں کیا ہوں" اور سچ یہ ہے کہ اس کے بعد جدید فلسفہ کی تاریخ زیادہ تر نام بدل بدل کر کھلے یا چھپے اقرار جہل کی تاریخ بن کر رہ گئی، برکلے کے ہاں یہ اقرار حسیت کے نقاب میں ہے، اور کینٹ کے ہاں ادعا کی تصوریت کے، مگر اتنی باریک اور شفاف کہ روپوشی سے زیادہ رونمائی کی زینت ہے،

آخر برکلے کے بعد ہی ڈیوڈ ہیوم نے اس رونما نقاب کو بھی تار تار کر دیا، اور نہ صرف جہل اور ارتیابیت کا کھل کر اقرار کر لیا، بلکہ اپنے کو ارتیابی ہی کہلانا پسند کیا، آگے اسی کے خیالات کی کچھ تفصیلی ترجمانی

[1] جانٹ کی تاریخ مسائل فلسفہ، ص ۱۱۲

جس منطق سے برکلے نے مادہ کے جوہری یا قائم بالذات وجود پر وار کیا تھا، اسی کو بعینہ ہیوم نے نفس یا روح کے مستقل وجوہری وجود پر الٹ دیا جس طرح رنگ و بو شکل وامتداد وغیرہ محسوس صفات اور ادراکات سے ماورا مادہ کا کوئی وجود نہیں ثابت کیا جاسکتا، اسی طرح نفس اور روح کا بھی شعور کے مختلف حوال کے علاوہ کوئی مصداق اور محل نہ معلوم ہے، اور نہ ثابت کیا جاسکتا ہے،

"جسکو میں اپنی ذات کہتا ہوں جب اس کے اندر داخل ہو کر دیکھتا ہوں، تو ہمیشہ سردی گرمی، روشنی تاریکی محبت نفرت لذت الم کسی نہ کسی خاص ادراک ہی پر پاؤں پڑتا ہے، بغیر کسی خاص ادراک کے اپنی ذات کو کبھی نہیں پکڑ سکتا، نہ اس ادراک کے سوا کسی اور شے کا مشاہدہ ہو سکتا ہے، جس وقت میرے یہ ادراکات غائب ہو جاتے ہیں، اس وقت اپنی ذات (یا نفس) کا بھی کوئی ادراک نہیں رہتا، اور بجا طور سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ نہیں موجود ہے، اور اگر موت سے میرے تمام ادراکات اسی طرح غائب ہو جاتے ہوں، کہ فنا کے جسم کے بعد نہ میں خیال کرسکتا ہوں، نہ احساس، نہ دیکھ سکتا ہوں، نہ محبت کرسکتا ہوں، نہ نفرت، تو پھر میں قطعاً نیست ہو جاتا ہوں، اور سمجھ میں نہیں آتا، کہ اس کے بعد میرے قطعاً نابود ہو جانے میں کیا کسر رہ جائیگی"[1]

الحاصل مادہ کی طرح نفس، روح، ذات، یا انا کا مستقل بالذات وجود بھی محض ہمارے متخیلہ کا ایک افسانہ ہے،

اب اس سے پہلے کی ساری تاریخ فلسفہ پڑھ جاؤ، تو پاؤ گے، کہ انسان نے حقیقت جوئی کی راہ میں جو کچھ تھوڑا بہت اپنے نزدیک پایا تھا، وہ یہی مادہ اور روح کی وحدیت یا ثنویت تھی، کہ ان میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی کا وہ راز ہیں جس کی جستجو میں ہم ہزاروں سال سے سرگرداں ہیں، ان دو میں بھی ڈیکارٹ[2] کے ہمہ گیر بے پناہ شک نے جس ایک کو یقین کی آخری چٹان سمجھا تھا، ہیوم نے اسکو بھی موہوم و متزلزل کر دیا،

[1] ہیومن نیچر (فطرت انسانی) حصہ چہارم،

ظاہر ہے کہ اب اسکے بعد عقل کے پاس شک اور بے یقینی، حرمان اور ناامیدی کے سوا کیا رہ جا سکتا ہے کہ باطن یا حقیقت[1] کی یافت سے ہمیشہ کے لئے مایوس اور دست بردار ہو کر صرف ظاہر[2] یا مظاہر تک عقل وعلم کی رسائی کو محدود کرکے حقائق طلب فلسفہ کی ناکامی اور بے حاصلی کا اعلان کر دیا جائے،

یہی تشکیک اور ارتیابیت کی وہ جدید صورت ہے، جسکو لاادریت یا مظاہریت (فنامنالزم) ایجابیت (پازیٹیوازم) اور نتائجیت (پراگمٹزم) وغیرہ خدا جانے کن کن ناموں سے پکارا یا چھپایا جاتا ہے، اور جس کو ہیوم نے ہلکی ارتیابیت' سے موسوم کیا ہے،

"ایک اور قسم ہلکی ارتیابیت کی جو نوع انسان کے لئے مفید اور پرہونی تشکیک کا لازمی نتیجہ ہو سکتی ہے یہ ہے، کہ ہم اپنی بحث و تحقیق کو ایسی چیزوں تک محدود رکھیں، جو انسانی فہم کی محدود صلاحیت کے مناسب ہوں، بے شک انسان کا تخیل دور دراز اور غیر معمولی چیزوں میں بلند پروازی سے قدرۃً خوش ہوتا ہے، ...... لیکن سلامت فہم کا تقاضا یہی ہے، کہ اس طرح کی بلند پروازیوں سے محترز رہ کر معمولی زندگی اور روزمرہ کے تجربات کے اندر مقید رہے، ...... جب ہم ہزاروں تجربات کے بعد پتھر کے گرنے اور آگ کے جلنے تک پر یقین کرنے کی کوئی تشفی بخش وجہ نہیں بتا سکتے، تو کائنات کی اصلیت اور فطرت کے ازل اور ابد کے باب میں کسی فیصلہ سے ہم کیسے مطمئن ہو سکتے ہیں"[3]

اس ہلکی ارتیابیت کے لئے ہیوم نے فلسفہ کا جو نظام کھڑا کیا ہے، اسکی بنیاد لاک اور برکلے کا وہی اصل اصول ہے، کہ ہم اپنے تجربات اور ادراکات سے آگے قدم نہیں اٹھا سکتے،

ذہن نفس یا روح کیا ہے، ؟ جس طرح جسم یا مادہ کے متعلق فلسفہ کی تجریدات نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ وہ اپنے محسوس افعال اور آثار سے ماوراء ایک قائم بالذات حقیقت ہے، اسی طرح غالباً فلسفہ ہی کے

[1] Reality [2] Appearance [3] ہیوم از ہکسلے (خلاصہ) ص۲۶

زیر اثر اور بظاہر مذاہب کی ہمنوائی سے یہ خیال بھی پھیلا، کہ ہمارے ذہنی یا شعوری افعال اور احوال بھی اپنے علاوہ ایک جوہری ذات کے ساتھ قائم اور وابستہ ہیں، جس کا نام نفس یا روح ہے،

جس طرح برکلے کے نزدیک محسوس صفات اور افعال کے علاوہ کسی اور جسمی حقیقت یا مادہ کا تصور فلسفیوں کی محض ایک تجرید تھی، جس کا عام سلیم الفہم آدمی قطعاً کوئی علم اور یقین نہیں رکھتے، اسی طرح سماعت وبصارت محبت ونفرت، لذت والم، فکر واستدلال، حافظہ وارادہ وغیرہ کے مختلف ادراکات جذبات اور خیالات سے اگر قطع نظر کرلیا جائے، تو ہیوم کے نزدیک ان کے ماوراء مجرد روح یا نفس کا بھی ہم کو قطعاً کوئی تصور نہیں حاصل، نہ اس لفظ کا کوئی جداگانہ مصداق ہم بتا سکتے ہیں، لہذا جہاں تک ہماری تجربہ کی رسائی کا تعلق ہے،

"جس چیز کو ہم نفس کہتے ہیں، وہ ان مختلف ادراکات کے ایک ڈھیر یا مجموعہ کے سوا کچھ نہیں جنکو خاص خاص علائق باہم متحد کر دیتے ہیں، اور جن کی نسبت غلطی سے یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ وہ کوئی کامل بساطت یا وحدت رکھتے ہیں[۱]"

"انسانی نفس کا ٹھیک تصور بس یہ ہے، کہ اس کو ایسے مختلف ادراکات کا یا وجودات کا ایک نظام سمجھا جائے جنکو علت اور معلول کے علاقہ نے باہم باندھ رکھا ہے اور جو آپس میں ایک دوسرے کو پیدا اور فنا متاثر اور متغیر کرتے رہتے ہیں[۲]"

ڈیکارٹ نے ہمارے تمام ذہنی یا شعوری احوال کا نام افکار یا خیالات[۳] رکھا تھا، لاک اور برکلے اصطلاح میں ان کا نام تصورات[۴] تھا، ہیوم کے نزدیک لفظ تصور[۵] کا یہ استعمال درست نہیں، لہذا وہ انکو ادراک[۶] سے موسوم کرتا ہے،

۱؎ ہیومن نیچر (فطرت انسانی) ۲؎ ایضاً ۳؎ Ideas & Thoughts
۵؎ وہ تصورات کی اصطلاح کو صرف خیالات یعنی ذہن کے اشتقاقی اعمال تک محدود رکھتا ہے ۶؎ Perceptions

محض لاعلمی یا سلبی دلائل سے ہیوم کا یہ نتیجہ نکالنا کہ نفس مختلف ادراکات کے ایک ڈھیر کے علاوہ کچھ نہیں" ہکسلے کے بقول خالی دعویٰ اور زبردستی ہے[۱]، البتہ زیادہ سے زیادہ اس نتیجہ کی حمایت میں جو کچھ کہا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے، کہ ہم نفس کے متعلق اس سے زائد کچھ نہیں جانتے، کہ یہ ادراکات کا ایک سلسلہ ہے،

ان ادراکات کی ہیوم نے دو خاص قسمیں قرار دی ہیں، (۱) ارتسامات[۲] اور (۲) تصورات، رنگ، روشنی آواز، مزہ، لذت والم محبت ونفرت، ارادہ اور قوت وغیرہ کے وہ زیادہ واضح جلی اور زوردار ادراکات جن کو ہم براہ راست حسی یا شعوری تجربات سے حاصل کرتے ہیں، ان کا نام ارتسامات ہے، اس کے بعد حافظہ یا تفکر اور استدلال کی صورت میں ان ارتسامات کی جن تصویروں کا اعادہ ہوتا ہے، اور جو اپنی اصل کے مقابلہ میں نسبتہً ناصاف خفی اور کمزور ہوتی ہیں، وہ تصورات ہیں، یہ تصورات جس طرح ارتسامات کی نقل اور تصویر ہو سکتے ہیں، اسی طرح دیگر سابقہ تصورات کی بھی زیادہ مدھم یا ضعیف وخفی نقل اور اعادہ ہو سکتے ہیں، ارتسامات اور تصورات میں وضاحت اور قوت کی اس کمی زیادتی کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہوتا،

ہیوم کا یہ دعویٰ بہت عجیب وغریب، بلکہ نہایت سطحی اور مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے، کہ کسی چیز کے واقعی دیکھنے سننے یا کسی واقعی لذت والم میں یا پھر بعد کو اس کے یاد اور خیال کرنے میں محض شدت اور خفت یا قوت اور ضعف کا فرق ہوتا ہے، لیکن ہکسلے کا کہنا غلط نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور فرق بتانا آسان نہیں یہی وجہ ہے، کہ بارہا ہم خفی اور کمزور ارتسامات کو تصورات اور جلی اور زوردار تصورات کو ارتسامات سمجھ بیٹھتے ہیں، مثلاً کسی آواز کو اگر ہم نے بے توجہی کی وجہ سے اچھی طرح نہیں سنا، تو اکثر کہتے ہیں، کہ لا حول ولا قوۃ میں تو اس کو اپنا وہم سمجھا تھا، اسی طرح اگر ہم کسی کے شدید انتظار میں بالاخانہ پر بیٹھے ہیں، تو اس کے آنے سے پہلے بارہا زینے پر صاف کسی کے چڑھنے کی آواز سنائی دیتی ہے جس کو ہم واقعی آواز سمجھتے اور زینہ کی طرف استقبال کے لئے دوڑ جاتے ہیں، "بعض بیماریوں میں تو ہمارے تصورات ہوبہو

۱؎ مجموعہ مضامین (ہکسلے) جلد ۶ ص ۶۵، ۲؎ Impressions

واقعی اشیاء کی قوت اور وضاحت اختیار کر لیتے ہیں؛

بظاہر کسی چیز کی پرواز اتنی محدود نہیں نظر آتی جتنی کہ ہمارے خیالات اور فکر کی لیکن درحقیقت یہ
تجربہ کے فراہم کردہ مواد کی تحلیل و ترکیب سے آگے ایک قدم نہیں جاتی، مواد سارا کا سارا حسی یا ذہنی ارتسام
سے حاصل ہوتا ہے، فکر کا کام محض اس کا توڑنا جوڑنا ہے"، ہر صحیح تصور کسی نہ کسی ارتسام ہی سے پیدا ہو سکتا
ہے، "صحت اور واقعیت کی آخری کسوٹی صرف ارتسامات ہیں" جب ہم کو کسی فلسفیانہ اصطلاح کی صحت میں
شک ہو، تو خالی یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اس کا تصور کس ارتسام سے ماخوذ ہے"، اور جس تصور کو بالآخر کسی ارتسام
تک نہ پہونچایا جا سکے، اسکو نرا وہم سمجھنا چاہئے، البتہ تصورات کا ہمیشہ اپنے ارتسامات کے مماثل ہونا ضروری
نہیں، بلکہ فہم و فکر کے تصرف سے بسیط تصورات طرح طرح کے مرکب تصورات کی صورت اختیار کر لیتے
ہیں، لیکن اصل اور ابتدائی تصورات چونکہ ارتسامات ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں، اسلئے تمام تصورات کا سرچشمہ
بواسطہ یا بلا واسطہ بہرحال ارتسامات ہی کو ہونا چاہئے،

حافظہ کے تصورات چونکہ ہمارے ادراکات کی زیادہ براہ راست نقل اور اعادہ ہوتے ہیں، اسلئے
وہ زیادہ واضح اور قوی یا جاگر اور زوردار ہوتے ہیں، بخلاف اس کے متخیلہ اپنے تصورات میں ردوبدل
کی آزادی سے کام لیتا ہے، یا یوں کہو کہ اصل تجربات سے باہر نکل جاتا ہے، اسلئے لازماً غلطیوں میں مبتلا ہو
اور ایسی ایسی باتیں فرض کرنے لگتا ہے، جس کا نہ کوئی وجود ہوتا ہے، اور نہ جنکو ثابت کیا جا سکتا ہے،
فلسفی زیادہ تر اسی قسم کی اغلاط اور معروضات کا شکار ہو جاتے ہیں،

خلاصہ یہ کہ ہمارے ذہن اور اس کی فکر کی کائنات اور پرواز ارتسامات اور ان کے تصوری
اعادات کی تحلیل و ترکیب سے آگے نہیں، ان اعادات یا تصورات سازی کا کام دو قوتیں انجام دیتی ہیں،
(۱) حافظہ اور (۲) متخیلہ[ل]، حافظہ کا کام ارتسامات کی ہو بہو نقالی ہوتی ہے، بخلاف اس کے متخیلہ اپنے خاص

ل Imagination.

خاص قوانین کے تحت ان میں ترمیم و تغیر اور تحلیل و ترکیب کے تصرفات کرتا ہے،

متخیلہ کے یہ قوانین یعنی وہ وسائط اور روابط جن کے ذریعہ سے ہم اپنے تصورات میں باہم ربط
اور ائتلاف پیدا کرتے ہیں، ہیوم کی تحقیق میں تین ہیں، (۱) کبھی تو دو چیزوں میں محض مماثلت اور مشابہت[ل]
کی بنا پر ذہن ایک سے دوسری کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جیسے کسی عزیز کی تصویر دیکھ کر اس عزیز کا تصور آجانا،

۲- دوسرا واسطہ جس سے مختلف تصورات کے درمیان ذہن ربط اور ائتلاف پیدا کرتا ہے، زمانی
یا مکانی تعلقات کی سابقہ مقارنت[ع] ہوتی ہے، مثلاً کسی موقع پر ہم نے دو چیزوں کو ایک ہی جگہ یا ایک دوسرے
کے بعد دیکھا تھا، تو ان میں سے ایک کے تصور سے دوسری کا تصور آ جا سکتا ہے، لیکن محض مماثلت اور مقارنت
پر مبنی یہ ائتلافات زیادہ تر سطحی ہوتے ہیں، اور دو چیزوں کے مابین کوئی گہری اور حقیقی وابستگی نہیں ظاہر کرتے،

۳- تیسرا قانون علیت کا ہے، یعنی دو چیزوں کے مابین علت اور معلول ہونے کا ربط، یہ ائتلاف
تصورات کا سب سے گہرا، مضبوط اور یقینی واسطہ اور اصول ہے، کسی جلی ہوئی شے کو دیکھ کر آگ کا تصور آجانا ناگزیر
ہے، اسی طرح اگر کسی کے قاتل کو ہم جانتے ہیں، تو یہ مشکل ہی سے ممکن ہوگا، کہ مقتول کے تصور سے قاتل یا قاتل
کے تصور سے مقتول کا تصور نہ آجائے، علت اور معلول کے تعلق میں ہم ایک کو دوسرے سے کچھ ایسا جکڑا ہوا
پاتے ہیں، کہ ان کا انفکاک ناممکن معلوم ہوتا ہے، اور یہ یقین رکھتے ہیں، کہ دونوں میں کوئی بہت گہرا حقیقی اور
اندرونی رابطہ ہے،

اسی لئے ہیوم نے سب سے زیادہ توجہ قانون علیت ہی کی بحث اور تحقیق پر کی ہے، اور یہی دراصل اس
کا خاص فلسفہ اور اس کی فلسفیانہ شہرت کا مدار ہے،

خیال ہے کیا جاتا ہے کہ ہر شے میں کچھ خاص خاص صفات، اور خواص، قوتیں، اور طاقتیں پائی جاتی ہیں، جنسے
خاص خاص افعال اور آثار کا ظہور ہوتا رہتا ہے، اور یہ خاصیتیں یا قوتیں چونکہ اس شے کی ذات میں داخل سمجھی

ل Similarity and Resemblence, ع Contiguity

جاتی ہیں، اس لئے جب تک یہ شے ہے، اس کے افعال اور آثار کا اس سے منفک یا جدا ہونا تصور ہی میں نہیں آسکتا، آگ آگ ہو کر نہ جلائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے،

اس طرح علت اور معلول کے درمیان ہم ایک وجوب اور لزوم یا ضرورت کے پائے جانے کا تصور رکھتے ہیں، یہ ضرورت یا وجوب ایک معنی میں ہیوم کو بھی مسلّم ہے، البتہ اسکو یہ تسلیم نہیں، کہ ہم کو خود علت کے اندر بالذات کسی ایسے خاصہ یا قوت کا علم ہے، جس کی بنا پر معلول کا اس سے صدور واجب و ضروری اور تخلف وانفکاک ناممکن ہو،

اس کے نزدیک لزوم اور ضرورت کی ایک صورت تو وہ ہے، جو واقعی وجود سے قطع نظر کر کے خود بعض تصورات کے نفس علائق میں پائی جاتی ہے، مثلاً مثلث اور زاویہ قائمہ کی تعریف سے ان کا جو تصور قائم ہوتا ہے، اس سے برہانی طور پر یہ نتیجہ وجوباً اور ضرورةً نکلتا ہے، کہ مثلث کے تین زاویے دو قائموں کے برابر ہوں، خواہ فی الواقع کوئی مثلث، اور زاویہ قائمہ اپنی تعریف کے مطابق سرے سے نہ پایا جائے، لیکن نفس ہمارے تصور کی حد تک انکا یہ باہمی لزوم بہرحال یقینی اور قطعی رہے گا، اور ہندسہ وغیرہ کے ریاضیاتی مسائل میں ہمارے علم اور یقین کی نوعیت یہی ہوتی ہے،

"جو چیزیں انسانی عقل اور تحقیق کے دائرہ میں داخل ہیں، وہ قدرتی طور پر دو قسم کی ہو سکتی ہیں، علائق تصوریہ اور امور واقعیہ، پہلی قسم میں علوم ریاضی یعنی ہندسہ، الجبرا، حساب وغیرہ مختصراً ہر وہ چیز شامل ہے جس کا یقینی ہونا بدیہی اور برہانی ہے، مثلاً یہ امر کہ زاویہ قائمہ کے مقابل والے ضلع کا مربع باقی دو ضلعوں کے مربعے کے برابر ہوتا ہے، ان دو شکلوں کے باہمی علاقہ کا بیان ہے، اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے، کہ پانچ کا تگنا تیس کا آدھا ہے، تو اس سے بھی ان دو عددوں کا باہمی علاقہ ظاہر ہوتا ہے، اس قسم کے جتنے احکام ہوتے ہیں، وہ اس پر موقوف نہیں ہوتے، کہ خارجی دنیا میں کیا ہے، بلکہ محض خیال یا تصور کرنے ہی سے منکشف ہو جاتے ہیں، خارج میں

خواہ کبھی سرے سے کوئی دائرہ یا مثلث نہ پایا گیا ہو، پھر بھی اقلیدس کی صداقتوں کی قطعیت اور یقین میں کوئی فرق نہیں آسکتا"[1]

دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ علائق تصورات میں مخالف صورت ناقابل تصور ہوتی، اور اس کا فرض کرنا محال ہوتا ہے، بخلاف واقعاتِ فطرت کے، جن سے علوم طبیعیہ میں بحث ہوتی ہے، اور جنکو ہیوم امور واقعیہ سے تعبیر کرتا ہے، ان کے علم اور یقین کی یہ نوعیت نہیں ہوتی،

"ہر امر واقعی کی مخالف صورت یا ضد کا امکان ہمیشہ اور ہر حال میں قائم رہتا ہے کیونکہ اس سے کوئی تناقض لازم نہیں آسکتا، اور کسی واقعہ کی مخالف صورت کا آدمی اسی آسانی اور صفائی سے تصور کر سکتا ہے، جس طرح کہ خود اسی واقعہ کا، مثلاً یہ امر کہ کل سورج نہ نکلے گا، نہ تو ناقابل تصور ہے، اور نہ اس سے زیادہ مستلزم تناقض کہ نکلے گا، لہذا اس کے بطلان پر کوئی برہان قائم کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر کل سورج کا نکلنا برہاناً باطل ہوتا تو لازماً اسکو مستلزم تناقض ہونا چاہئے تھا، اور ذہن اس کا سرے سے صاف طور پر تصور ہی نہیں کر سکتا تھا"[2]

لیکن اصل یہ ہے کہ نہ تو علائق تصوریہ اور امور واقعیہ کی یہ تقسیم و تفریق ہی درست معلوم ہوتی ہے اور نہ یہ کہنا صحیح ہے، کہ علائق تصورات کا علم اور یقین یا ان کا وجوب ولزوم اس کے تابع نہیں ہوتا، کہ واقعی اور خارجی دنیا میں کیا ہے، بلکہ محض ان کے تصور یا خیال کرنے ہی سے منکشف ہو جاتا ہے، پروفیسر بکلے نے بالکل سچ لکھا ہے، کہ "فرض کرو وہ چیزیں جن کو لمس و بصر کے ارتسامات کہا جاتا ہے دنیا میں کہیں نہ پائی جاتیں، تو سرے سے خط مستقیم ہی کا ہمکو کیا تصور ہو سکتا تھا، چہ جائیکہ مثلث اور اس کے اضلاع کے باہمی علائق کا کوئی تصور ہو سکتا، ؟...... اگر انسان مستقیم اور منحنی کے فرق کو دیکھ یا چھو کر محسوس نہ کر سکتا، تو اسکے معنی اس سے زیادہ نہ ہوتے، جتنے اندھے کے لئے سرخ اور نیلے میں فرق کے ہونگے"[3]

[1] فہم انسانی باب ۴ ص ۴۶ [2] فہم انسانی ص ۴۷ مطبوعہ دار المصنفین، [3] مجموعۂ مضامین ج ۲ ص ۱۳۹،

پھر جب خود ہیوم کے نزدیک تصورات کے مقابلہ میں ارتسامات کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ ہمارے ذہن کے بس نسبتہً زیادہ واضح اور قوی تجربات کا نام ہوتے ہیں، تو اس دعوی کہ امور واقعیہ کی صداقت اتنی زبر دست نہیں ہوتی، جتنی کہ علائق تصوریہ کی بجا طور سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے، کہ خود امور واقعیہ کی ایک بڑی تعداد علائق تصورات کے سوا کچھ ہوتی ہی نہیں، اگر میں کہوں، کہ سرخ نیلے سے مختلف ہے، تو یہ تصورات ہی کے ایک علاقہ کا حکم ہے، لیکن ساتھ ہی ایک امر واقعی بھی ہے، اسکی مخالف صورت ناقابل تصور ہے[1]، (باقی)

---

[1] مجموعہ مضامین ہکسلے جلد ۶ ص ۱۳۰،

برکلے اور اس کا فلسفہ

مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی، اور اوس کے فلسفہ کی تشریح، اردو میں فلسفہ جدیدہ کی پہلی کتاب ہے، قیمت :- عہ ضخامت ۱۲۶ صفحے،

مبادی علم انسانی،

مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، ضخامت ۱۳۶ صفحے، قیمت :- عہ

مکالمات برکلے

برکلے کی ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا انکار کیا ہے، قیمت :- عہ حجم ۱۴۰ صفحے طبع ثانی،

"منیجر"

اسلامی نظام تعلیم

از

مولینا سید ریاست علی صاحب ندوی

"یہ مقالہ گذشتہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈھ کے سالانہ اجلاس کے لئے لکھا گیا تھا، اور اس کا خلاصہ اجلاس کے شعبۂ مدارس اسلامیہ میں پیش کیا گیا تھا،"

اسلامی نظام تعلیم کی سرگذشت پر ابھی تک مشرق و مغرب کے اہل علم کو بہت کم توجہ کرنے کا موقع ملسکا ہے، اور جن لوگوں نے اس پر قلم اٹھایا ہے، وہ معلومات کی کمی کی بنا پر عجز کے اقرار کے بغیر آگے نہ بڑھ سکے، اور اس سلسلہ میں اب تک برہان الدین زرنوجی کے ایک رسالہ تعلیم المتعلم کے سوا کوئی دوسرا قیمتی ماخذ یورپ کے اہل علم کے سامنے موجود نہیں رہا،

چنانچہ اس موضوع پر سب سے پہلے ۱۷۰۹ء میں موسیو ریلنڈس (Ralandus) نے زرنوجی کے اس رسالہ کو جرمنی سے شائع کیا اور غالباً جرمن مستشرق ڈاکٹر فرڈیخ وسٹیفیلڈ (Friedrich Wüstefeld) نے اسی رسالہ کا ترجمہ پہلی مرتبہ جرمن زبان میں کیا، پھر ۱۸۳۸ء میں موسیو کاسباری نے اسے لائبزک سے لاطینی زبان کے ترجمہ اور موسیو فلیشر کے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا[1]، اس کے بعد ایک دوسرے فاضل مستشرق ڈاکٹر دانیال ہانے برک (Daniel Haneberg.) نے ۱۸۵۰ء میں میونخ یونیورسٹی میں ایک مختصر اور سرسری معلومات کا حامل مقالہ اس موضوع پر پڑھا، جسے ایک مسلمان فاضل نے اسلامی

---

[1] معجم المطبوعات العربیہ جلد اص ۹۶۹ و اکتفاء القنوع بما ہو المطبوع، ص ۱۹۰،

نظامِ تعلیم" کے نام سے ہندوستانی زبان میں بھی منتقل کر دیا ہے، اس میں ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں :-

تاریخ تمدن کا یہ پہلو نہایت اہم ہے، اور حیرت ہے کہ باوجود اس قدر اہم ہونے کے اب تک بہت کم علماء نے اسے اپنی توجہ کا مستحق سمجھا ہے، بلاشبہ اس موضوع کے بعض حصوں پر کافی محنت صرف کی گئی ہے، لیکن جزئیات کے متعلق کئی ایک سوال ہیں، جن کی تحقیق ابھی باقی ہے، جہاں تک اس موضوع کی مجموعی حیثیت کا تعلق ہے، خود ویلین ([illegible]) جس نے اسلامی مدارس کا مختصر خاکہ ابن خلکان کے ترجمہ کی دوسری جلد میں کھینچا ہے) نے بھی اس سے زیادہ جرأت نہیں کی کہ محض ایک مختصر خاکہ کھینچ دے[1]"

جناب ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب نے "تاریخ التعلیم" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے، اس میں یونان اور روما پر تو صفحوں کے صفحے لکھے گئے ہیں، مگر جب عربوں کے دورِ حکومت کی باری آئی، تو انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ

"اس امر کے متعلق معلوم کرنے کے لئے کہ مسئلہ تعلیم کی نسبت اہلِ عرب کے کیا خیالات تھے بہت کم مواد موجود ہے، تعلیم کی تاریخ پر اہلِ یورپ میں جن لوگوں نے تصانیف کی ہیں، اگرچہ وہ اپنی تصانیف میں اوائلِ زمانہ کے حالات درج کرتے ہیں، لیکن اہلِ عرب کے زمانہ کو قطعاً چھوڑ جاتے ہیں[2]"

درحقیقت اس وقت تک اسلامی نظامِ تعلیم پر جو کچھ مواد فراہم ہوا ہے، وہ مولینا شبلی نعمانی مرحوم کے چند مضامین کے مجموعہ کے باہر نہیں ہے، لیکن علامہ موصوف نے ان میں زیادہ تر اسلامی مدارس پر توجہ رکھی ہے، اگرچہ اسلامی نظامِ تعلیم پر بھی انھوں نے مضامین لکھے ہیں، لیکن ان میں ندوۃ العلماء کے تعلق سے زیادہ تر ہندوستان کی اسلامی درسگاہوں کے نصاب پر نظر ڈالی گئی، نہ نفس اصول و طریقِ تعلیم، اسلامی نظامِ تعلیم کے رو سے اساتذہ و طلبہ کے فرائض، اور مدارس اور دار الاقامہ کے نظم و نسق و طرز بود و ماند وغیرہ پر انھیں بھی توجہ فرمانے کا موقع نہیں ملا، مولینا عبد السلام

[1] اسلامی نظام تعلیم ص ۱ [2] تاریخ التعلیم ص ۴۶

ندوی نے "التربیۃ الاستقلالیہ" کے مقدمہ میں جسے ایجوکیشنل کانفرنس نے شائع کیا ہے، اسلام تعلیم پر نظر ڈالی ہے، لیکن ان کی توجہ بھی زیادہ تر مسئلہ نصاب اور اس کی اصلاح پر مبذول رہی ہے، اور نواب صدر یار جنگ مولینا حبیب الرحمن خان شروانی نے "علمائے سلف" کے سوانح میں جستہ جستہ ان کی طالب علمی کے حالات بھی لکھے ہیں،

قدیم ماخذ میں فن تعلیم پر مباحث

قدیم عربی ماخذوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو علمائے اسلام میں سے جن لوگوں نے اسلامی اصول و طریقِ تعلیم پر توجہ کی، ان میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام بخاری، حافظ ابن عبد البر، امام غزالی، برہان الدین زرنوجی، قاضی ابن الجماعہ، محمد بن ابوزید اور علامہ ابن خلدون کے نام لئے جا سکتے ہیں،

امام اعظم علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ کتاب العالم والمتعلم کے نام سے ہے، جسے مجلس احیائے معارف نعمانیہ حیدر آباد نے شائع کیا ہے، یہ رسالہ اگرچہ عقائد و کلام کے مباحث پر ہے، لیکن وہ مباحث مکالمہ کے طریقہ سے متعلم و عالم کے سوال و جواب میں بیان کئے گئے ہیں، اور اس سے متعلم کے طریقِ سوال و جواب، اور معلم کے طریقِ افہام و تفہیم و شفقت و محبت پر بھی روشنی پڑتی ہے،

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایمان کے بعد علم ہی کو جگہ دی ہے، چنانچہ کتاب الایمان میں ایمانیات سے متعلق احادیث جمع کرنے کے بعد کتاب العلم میں علم کے متعلق احادیث اور اخبار و آثار جمع کئے ہیں، جن سے علم کی فضیلت، علم و تعلیم کی اشاعت، تعلیم کے لئے تحریص و تشویق، عالم و متعلم کے فرائض اور طالب علموں کی تادیب وغیرہ کے مباحث اخذ کئے جا سکتے ہیں،

امام بخاری کی پیروی میں دیگر اربابِ سنن و کتب احادیث نے بھی اپنی کتابوں میں کتاب العلم کے تحت یہ امور پیش کئے ہیں، اور حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح فتح الباری میں معلومات بڑھائے ہیں،

حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ کو یہ شرفِ تقدم حاصل ہے، کہ انھوں نے اصول علم و تعلیم، مفہوم علم، فضیلت طلب علم، آداب تعلم، اور علماء و طلبہ کے فرائض و اخلاق پر کتاب جامع بیان العلم وفضلہ میں تفصیلی مباحث پیش کئے، اور احادیث و اخبار و آثار و اقوال سے استشہاد لائے، اس کا اختصار احمد بن عمر محمصانی

بیروتی ازہری نے مختصر جامع بیان العلم وفضلہ کے نام سے کیا، اور اُسے ۱۳۲۰ھ ہجری میں مطبع موسوعات مصر سے شائع کیا ہے،

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے طریقۂ درس و تدریس، فضیلتِ علم، اساتذہ و تلامذہ کے فرائض، ان دونوں کی باہمی معاشرت کے آداب، احیاء العلوم میں قلم بند فرمائے ہیں، اور علوم کی تقسیم کرکے ان کے درجات و امتیازات دکھائے ہیں، یہ مباحث احیاء العلوم جلد اول کتاب العلم اور جلد ثالث کتاب شرح عجائب القلوب میں مذکور ہیں،

محمد بن ابو زید نے معلمین و متعلمین کے فرائض پر ایک کتاب لکھی تھی، لیکن اس کا سُراغ بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اسکا تذکرہ کیا ہے، اور اس نے فنِ تعلیم پر جو کچھ لکھا ہے اس میں یہ کتاب بھی اسکی ماخذ رہی ہے،

علامہ **ابنِ خلدون** متوفی ۸۰۸ھ نے اپنے مقدمہ میں فن تعلیم پر ایک مستقل باب لکھا ہے، اور بعض دوسری مناسبتوں سے اسی مقدمہ میں دوسرے مقاموں پر بعض تعلیمی مباحث درج کئے ہیں، اور ان میں علم و تعلیم کی ترقی کے اسباب و وجوہ اور تعلیم کے اصول و طرق پر فلسفیانہ نظریے قائم کئے ہیں،

سیر و تراجم کی عام کتابوں جیسے وفیات الاعیان ابن خلکان، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، طبقات الشافعیہ سبکی، حسن المحاضرہ سیوطی اور تاریخِ تمدن کی کتابوں میں سے خطط مصر مقریزی وغیرہ میں مختلف ائمہ اور علماء کے سوانح اور شہروں کے مدارس کے ذکر میں جستہ جستہ تعلیمی مباحث ملتے ہیں،

فن تعلیم پر سب سے پہلی کتاب، یوں تو فنِ تعلیم پر مستقل حیثیت سے جو کتاب سب سے پہلے لکھی گئی، وہ ابن عبد البر کی جامع بیان العلم قرار پا سکتی ہے، لیکن اس کا ایک گونہ تعلق تعلیم و تعلم کے ساتھ علماء کے مقامِ علم و حقیقتِ فقہ و قیاس سے بھی ہے، اس لئے فنِ تعلیم پر سب سے پہلی مستقل کتاب جو خاص اسی موضوع پر تصنیف ہوئی، اسی مذکورۂ بالا رسالہ تعلیم المتعلم کو قرار دیا جا سکتا ہے،

تعلیم المتعلم یہ **برہان الدین زرنوجی** کی تصنیف ہے، جو چھٹی صدی میں گذرے ہیں، اور ہدایہ کے مشہور مصنف علامہ برہان الدین کے شاگردوں میں تھے، اس رسالہ میں تعلیم کا مقصد، استادوں کے انتخاب، عالموں کی عزت، اسباق اور ان کی مقدار اور ترتیب اور علماء اور طلبہ کے اخلاق و فرائض پر اختصار کیساتھ نظر ڈالی گئی ہے، اور علماء اور ائمہ کے اقوال اور ان کی تعلیم و تعلم کے واقعات سے مثالیں دی گئی ہیں،

اس لئے اس رسالہ کو عام مقبولیت حاصل ہوئی، لاطینی اور جرمن زبانوں میں ترجمہ ہونے کے علاوہ ترکی زبان میں بھی اسے شیخ عبد المجید بن نصوح نے ارشاد الطالبین فی تعلم المتعلمین کے نام سے منتقل کیا اور ۹۹۶ھ میں شیخ ابراہیم بن اسماعیل نے اس کی شرح سلطان مراد ثالث کے زمانہ میں لکھی، ہندوستانی زبان میں بھی اس رسالہ کا ترجمہ الرفیق الفہیم لطریق التعلیم کے نام سے مولوی محمد معین الدین صاحب (محافظ کتب خانہ حبیب گنج علی گڈھ) نے کیا ہے، یہ ۱۳۵۰ھ میں حبیب گنج علی گڈھ سے شائع ہوا ہے،

اصل رسالہ متعدد مرتبہ چھپ چکا ہے، جیسا کہ اوپر گذرا، ۱۷۰۹ء میں جرمنی میں چھپا، پھر ۱۸۳۸ء میں لائبزک میں، اس کے بعد ۱۲۶۵ھ میں ہندوستان میں شہر مرشد آباد میں چھاپا گیا، پھر ۱۹۰۱ء میں قازان میں، اس کے بعد ۱۲۸۶ھ میں تونس میں ایک مختصر شرح کے ساتھ چھپا، پھر یہی تونس کا نسخہ ۱۲۹۲ھ میں آستانہ میں چھاپا گیا، اس کے بعد ۱۳۰۷ھ میں پھر قازان میں چھپا، اور ۱۸۹۰ء میں مصر میں، پھر ۱۳۰۰ھ اور ۱۳۰۷ھ میں مطبوع ہوا[1]، علاوہ ازین ابن اسمٰعیل کی شرح کے ساتھ بھی یہ چھپتا رہا، چنانچہ ۱۳۰۱ھ اور ۱۳۱۱ھ میں یہ قسطنطنیہ میں چھاپا گیا، اور آخری اڈیشن ۱۳۴۲ھ میں مصر سے شائع ہوا[2]،

اس رسالہ کے ان بکثرت اڈیشنوں کی اشاعت سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ یہ اس فن کا مقبولِ عام رسالہ رہا ہے، اور اب تک اہلِ علم کا اس فن میں اسی پر مدار تھا،

تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم لیکن اب حیدر آباد کی مجلس دائرۃ المعارف ہمارے شکریہ کی مستحق ہے، کہ اس فن میں

[1] معجم المطبوعات العربیہ جلد ا ص ۹۷۹، [2] ایضاً ۱۱ واکتفاء القنوع ص ۱۹۰،

اسکی کوششوں سے ایک دوسری قابلِ قدر کتاب تذکرۃ السامع والمتکلم فی ادب العالم والمتعلم مولینا محمد
ہاشم صاحب ندوی کی عالمانہ تصحیح وتحشیہ کیساتھ شائع ہوئی ہے، اس کتاب سے اس موضوع کے بہت سے
قیمتی معلومات سامنے آگئے ہیں، جن میں خصوصاً قدیم اسلامی تعلیم کے اصول کی تشریح کے ساتھ تحصیل علم کے
طریقے، استادوں اور شاگردوں کے باہمی تعلقات، شاگردی کے آداب، اور مدارس اور دارالاقامہ کے نظم ونسق
رہنے سہنے کے طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے، پھر محشی نے اپنے حواشی میں سیر تاریخ، رجال اور حدیث کی
مستند کتابوں سے ایسے بہت سے قیمتی معلومات نئے مذاق کے مطابق عنوانات قائم کرکے بڑھائے ہیں جن
اسلامی عہد کی تعلیم کے طریقوں اور نظام کے مزید حالات سامنے آگئے ہیں،

تذکرۃ السامع، قاضی بدرالدین ابواسحٰق محمد بن ابراہیم بن سعداللہ بن جماعہ کنانی معروف بہ **قاضی ابن جماعہ** متوفی ۷۳۳ھ کی تصنیف ہے، موصوف مصر وشام کے مختلف مقاموں پر قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہنے کے علاوہ کسی نہ کسی مشہور درسگاہ میں درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر مصر میں صدر اساتذہ کے منصب پر سرفراز رہے[1] اسلئے انھیں تعلیمی معاملات کا عملی تجربہ حاصل تھا، اور انھوں نے جو کچھ لکھا اپنے عملی تجربہ کے بعد لکھا ہے، ان کے بیان کا اسلوب یہ ہے، جیسا کہ محشی نے دکھایا ہے، کہ پہلے وہ اصول بیان کرتے ہیں، پھر ان سے فروع نکالتے ہیں، اس کے بعد موقع کے لحاظ سے واقعات اور اقوال نقل کرتے ہیں، انھوں نے درس وتدریس کے طریقہ اور استادوں اور شاگردوں کے باہمی تعلقات میں جابجا ان کو مشورے دیئے ہیں، وہ درسگاہوں میں مدرس تھے، اور صدر اساتذہ کے منصب پر فائز تھے، اس لئے یہ بجا قیاس کیا جاسکتا ہے، کہ انھوں نے جو کچھ مشوروں کے طور پر لکھا ہے، ان پر اپنی نگرانی میں عمل بھی کرایا ہوگا، علاوہ ازین انھوں نے اس میں متقدمین کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، چنانچہ اس کتاب میں متاخر مصنفین کے طرز تصنیف

[1] قاضی ابن جماعہ کے سوانح کی تفصیل کے لئے دیکھو، طبقات الشافعیہ سبکی جلد ۵ ص ۲۳۰، ۲۳۲، الدرالکامنہ ابن حجر جلد ۳ ص ۲۸۰، ۲۸۳، شذرات الذہب ابن عماد حنبلی جلد ۶ ص ۱۰۵، ۱۰۶

کے مطابق امام غزالی کی احیاء العلوم، ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم اور زرنوجی کی تعلیم المتعلم کی اصل عبارتیں جابجا نقل کی گئی ہیں، یہ کتاب پانچ بابوں پر تقسیم کی گئی ہے،

۱۔ "علم اور اہل علم کی فضیلت"،

۲۔ "اساتذہ کے آداب وتہذیب اپنی ذات کے متعلق، اور اپنے شاگردوں کے ساتھ، اور درس کے حلقہ میں"،

۳۔ "طلبہ کے فرائض، اور اخلاق، اپنی ذات کے لئے، اور اپنے استادوں اور ساتھیوں کے ساتھ، اور حلقۂ درس میں"،

۴۔ "طلبہ اور ان کی کتابیں"،

۵۔ "مدارس، مدرسین، اور طلبہ کے آداب اور طریقے"،

تذکرۃ السامع کے حواشی، تذکرۃ السامع کے محشی نے بھی اپنے حواشی اور تعلیقات میں مصنف کے اسلوب بیان کی پیروی کی ہے، اگر کتاب میں ایسے قواعد اور اصول نظر آئے جنھیں مصنف نے لکھ کر کوئی مثال دیئے بغیر چھوڑ دیا ہے، تو ایسے موقعوں میں سے اکثر جگہ محشی نے مثالیں دیکر دکھایا ہے، کہ اسلامی عہد میں ان پر عمل ہوتا تھا، کتاب میں درس وتدریس کے طریقے اور درس وتدریس کے حلقہ میں نشست برخاست کے آداب کے ایسے بہت سے جزئی معلومات ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے، محشی نے مختلف کتابوں کے اقتباسوں سے ان کی مثالیں واضح کی ہیں،

مقالہ کے ماخذ اور عنوان مباحثہ اس لئے ضرورت تھی کہ اصل کتاب اور اس کے ان قیمتی حواشی کو نئی ترتیب اور اسلوب میں ہندوستانی زبان میں منتقل کیا جائے، حسن اتفاق کہ ایجوکیشنل کانفرنس کی پنجاہ سالہ جوبلی کے اس اجلاس کے توسط سے اس کا موقع جلد ہاتھ آگیا، اور مناسب نظر آیا کہ "اسلامی نظام تعلیم" کے عنوان پر فن تعلیم کے متعلق تمام مذکورۂ بالا ماخذوں اور خاص طور پر تذکرۃ السامع اور اس کے حواشی[1] سامنے رکھ کر چند

مباحث حسبِ ذیل عنوانوں میں پیش کئے جائیں:۔

۱۔ اسلام کا تعلیمی نصب العین،

۲۔ اسلامی نظام تعلیم کے تین دور،

۳۔ نظام مدارس و دار الاقامہ،

۴۔ اساتذہ کے فرائض،

۵۔ طلبہ کے واجبات،

۶۔ حلقۂ درس (کلاس)

۷۔ طریقۂ تعلیم و نصاب درس،

۸۔ طرز تعلیم و نصاب درس کی چند خامیاں، اور ان کی اصلاح کی کوششیں،

(حاشیہ ص ۳۹) لہ محشی نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے، اور جن کے جابجا اقتباسات درج کئے، وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ خطط مقریزی، ۲۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی، ۳۔ وفیات الاعیان ابن خلکان،

۴۔ الشقائق النعمانیہ طاش کبری زادہ، ۵۔ تعلیم المتعلم زرنوجی، ۶۔ احیاء العلوم غزالی،

۷۔ طبقات الشافعیہ سبکی، ۸۔ مختصر جامع بیان العلم ابن عبدالبر ۹۔ ترمذی،

۱۰۔ ابن ماجہ، ۱۱۔ کنز العمال ۱۲۔ ابو داؤد،

۱۳۔ صحیح بخاری، ۱۴۔ صحیح مسلم ۱۵۔ فتح الباری ابن حجر،

۱۶۔ رحلۃ ابن بطوطہ ۱۷۔ مفتاح السعادہ ۱۸۔ فہرست کتب خانہ خدیویہ،

راقم سطور نے ان ماخذوں کے اُن اقتباسوں سے جو حواشی میں درج ہیں، فائدہ اٹھایا ہے، علاوہ ازیں ان کتابوں سے ایسے بہت سے نئے معلومات جو حواشی میں موجود نہ تھے، اصل کتابوں سے بڑھائے ہیں، پھر اس

اسلام کا تعلیمی نصب العین،

اسلام نے علم اور دین دونوں کے دامنوں کو ایک دوسرے سے اس طرح باندھا ہی کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتا، بلکہ قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ (اس کا نام لیکر پڑھ جس نے پیدا کیا) اسی حقیقت کو لیکر اتری ہے، اور اشارہ سے بتاتی ہے، کہ پیدا کرنے والے نے ہمکو پڑھنے اور سیکھنے ہی کے لئے بنایا ہی،

اسلام کی نظر میں تعلیم کا مقصد،

اسلام کی نظر میں تعلیم و تعلّم کا مقصد خالص رضائے الٰہی کی طلب ہی، اور بس، اس میں کسی دنیاوی غرض کا میل نہیں، بلکہ اسکی نظر میں تعلیم کا اصلی مقصد صرف انسانی پیدائش کے منشا کو پورا کرنا، اچھے اخلاق سے آپ آراستہ ہونا، اور دوسروں کو آراستہ کرنا، اپنے علم کی روشنی سے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۰) مقالہ کی تسوید میں ذیل کی چند دوسری کتابوں سے مدد لی گئی ہے:۔

۱۔ رحلۃ ابن جبیر ۲۔ معجم البلدان یاقوت حموی ۳۔ مقدمہ ابن خلدون،

۴۔ معالم الایمان ابن ناجی ۵۔ بغیۃ الوعاۃ سیوطی، ۶۔ صبح الاعشیٰ قلقشندی،

۷۔ الدرر الکامنہ ابن حجر ۸۔ عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ ۹۔ استیعاب،

۱۰۔ مسند احمد بن حنبل ۱۱۔ اسد الغابہ ۱۲۔ الوافی بالوفیات صفدی

۱۳۔ حسن المحاضرہ سیوطی، ۱۴۔ یعقوبی، ۱۵۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ابن جوزی

۱۶۔ معجم المطبوعات العربیہ، ۱۷۔ اکتفاء القنوع ۱۸۔ اکبر نامہ ابو الفضل،

۱۹۔ اخبار الاخیار، ۲۰۔ مقدمۃ التربیۃ الاستقلالیہ ۲۱۔ علمائے سلف،

۲۲۔ خیام، ۲۳۔ الغزالی، ۲۴۔ تاریخ صقلیہ،

۲۵۔ اسلامی نظام تعلیم، ۲۶۔ تاریخ التعلیم

جہل اور نادانی کے اندھیرے کو دور کرنا، نہ جاننے والوں کو سکھانا، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا، حق کو پھیلانا اور باطل کو مٹانا ہے،

علم و علماء کے فضائل قرآن مجید میں

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اہل علم کی خوبیاں اور بڑائیاں گن گن کر ان کے مرتبے بڑھائے، چنانچہ اسلام کی مقدس کتاب قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن میں علم تعلیم اور علماء کی بزرگی اور بڑائی بیان کی گئی ہے، سورۂ مجادلہ میں ہے:۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات، (۲۶)

تم میں سے جو ایمان لائے، اور جنھیں علم دیا گیا، اللہ ان کے درجے بلند کرے گا،

امام غزالی لکھتے ہیں، کہ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ علماء کو عام مسلمانوں پر سات سو درجہ زیادہ فضیلت دی گئی ہے، اور ان درجوں کے باہمی فرق کیلئے ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان پانسو سال کی مدت کا فصل سمجھنا چاہیئے،

سورۂ آل عمران میں ہے:۔

شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط (ع ۲)

اللہ نے گواہی دی، کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، اور فرشتوں نے، اور علم والوں نے گواہی دی، حاکم انصاف کا،

اس آیت سے امام غزالی نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے، کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنا نام لیا، پھر فرشتوں کا پھر اپنے سے تیسرا درجہ اہل علم کو عطا کیا، اور یہ اہل علم کے شرف و فضیلت کی ایک نشانی ہے،

سورۂ زمر میں ہے:۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (ع ۱)

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوں گے،

نحل میں آیا ہے:۔

فسئلوا اھل الذکر (ع ۵)

اہل ذکر سے پوچھو

امام غزالی نے اس آیت سے علم والوں سے تعلیم حاصل کرنے کی تلقین دکھائی ہے،

سورۂ عنکبوت میں فرمایا:۔

وتلک الامثال نضربہا للناس وما یعقلہا الا العالمون، (ع ۵)

یہ مثالیں ہم نے لوگوں کے لئے بیان کیں، اور انہیں سوائے علم والوں کے دوسرے نہیں سمجھ سکتے،

اس کے بعد اسی سورہ میں ارشاد ہوا:۔

بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد بآیاتنا الا الظالمون، (ع ۵)

بلکہ جن لوگوں کو علم دیا گیا، ان کے نزدیک تو (قرآن) کی کھلی آیتیں ہیں، اور ہماری نشانیوں سے سوائے ظلم کرنے والوں کے کوئی انکار نہیں کر سکتا،

پھر سورۂ بینہ کی یہ آیت:۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ، جزاؤھم عند ربہم جنت عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ (ع ۱)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے، وہی لوگ بہترین خلائق ہیں، ان کا بدلہ ان کے پروردگار کے یہاں رہنے کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں سدا رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوا اور وہ اس سے خوش، یہ اجر اسکے لئے ہے جو خدا

پڑھ کر سورۂ فاطر میں یہ ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو:۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا — خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں،

ان دونوں آیتوں سے امام غزالی اور قاضی ابن جماعہ یہ نکتہ پیدا کرتے ہیں، کہ علما ہی اللہ سے ڈرتے ہیں، اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، وہ بہترین خلائق ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی شہادت کے رو سے علما بہترین خلائق ہیں[1]،

علامہ زرنوجی نے حضرت آدم اور ملائکہ کے قصہ میں دکھایا ہے، کہ انسان کا حقیقی شرف اس کا علم ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتون پر فضیلت دی اور سجدہ کرنے کے قابل ٹھہرایا[2]،

علم و تعلیم اور تحصیل علم اور علما کے فضائل احادیث میں

حدیثوں میں بھی علم و علما کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، اور انھیں دین کی خاطر علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے، بخاری میں ہے:۔

"اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے، اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے[3]"،

عالم اور عابد کے موازنہ میں آپ نے فرمایا:۔

"عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے کہ مجھے تم میں سے سب سے معمولی آدمی پر فضیلت حاصل ہے[4]"،

تحصیل علم کی فضیلت میں ارشاد ہے:۔

"جس شخص نے ایک راستہ علم کی طلب میں طے کیا، وہ جنت کے راستوں میں سے ایک

[1] احیاء العلوم جلد ۱ ص ۴، و تذکرۃ السامع ص ۵ و ۶، [2] تعلیم المتعلم ص ۰، [3] صحیح بخاری کتاب العلم جلد ۱ ص ۱۶
[4] ترمذی ص ۳۲۵،

راستہ پر چلا[1]"،

امام غزالی اور ابن عبد البر نے چند اور حدیثیں علم کی طلب کی فضیلت میں لکھی ہیں جن میں بعض بہت مشہور ہیں، جیسے طَلَبُ العِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اور بروایت عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ یعنی علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، اسی طرح ارشاد ہے:۔

"علم خزانے ہیں اور ان کی کنجی سوال ہے"،

فرمایا:۔

"جاہل کو سزاوار نہیں کہ اپنی جہالت پر خاموش (قانع) رہے، اور نہ عالم کو سزاوار ہے، کہ وہ اپنے علم کے باوجود خاموش رہے"،

حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

"ایک عالم کی مجلس کی حاضری ایک ہزار رکعت نمازوں، ایک ہزار مریضوں کی عیادت اور ایک ہزار جنازوں کی شرکت سے افضل ہے"،

اس پر پوچھا گیا، کہ اور "قرآن مجید کی تلاوت سے"؟ تو آپ نے فرمایا:۔

"کیا قرآن علم کے بغیر نفع پہونچا سکتا ہے؟"،

آپ نے فرمایا:۔

"اگر کسی ایسے شخص کو موت آئی، جو ایسے علم کی طلب میں تھا، جس سے اسلام کو زندگی عطا ہو تو اسکے اور رسولوں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا"،

حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت آپ نے ان سے فرمایا:۔

"اگر تمھارے ذریعہ سے ایک شخص نے ہدایت پائی تو یہ تمھارے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے"،

[1] بخاری جلد ۱ ص ۱۶ و ترمذی،

آپ نے فرمایا:۔

"جس نے علم کا ایک باب اس لئے پڑھا کہ لوگوں کو تعلیم دے تو اسے ستر صدیقین کا ثواب عطا ہوا"

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:۔

"کیا ہی عمدہ عطیہ اور عمدہ ہدیہ ہے حکمت کا ایک وہ کلمہ جسے تم نے سنا اور محفوظ رکھا پھر اسے اپنے بھائی تک پہونچایا، اسکا سکھانا مسنون عبادت کے برابر ہے"

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا:۔

"میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت ہو"

سوال کیا گیا کہ آپ کے جانشین کون ہیں؟ تو ارشاد ہوا:

"وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کریں گے، اور اللہ کے بندوں کو اسکی تعلیم دیں گے"[۱]

آپ نے فرمایا:۔

"بندہ دین میں فہم حاصل کرنے سے زیادہ کسی دوسری چیز کی وجہ سے افضل نہیں، ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان کے لئے سخت ہوتا ہے"[۲]

نیز فرمایا:۔

"قیامت کے دن تین گروہوں کے لوگ شفاعت کریں گے، انبیاء، پھر علماء، پھر شہداء"

اسی طرح روایت ہے:۔

"جس نے ایک عالم کی عزت کی، اوس نے ستر نبیوں کی عزت کی، اور جس نے ایک طالب علم

[۱] احیاء العلوم جلد ا ص ۷، ومختصر جامع بیان العلم ص ۹ تا ۲۲، [۲] ترمذی ص ۳۲۴، وابن ماجہ ص ۲۰،

کی عزت کی، اس نے ستر شہیدوں کی توقیر کی"

ایک روایت میں ہے:۔

"جس نے عالم کے پیچھے نماز پڑھی اوس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی، اور جس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی اسے مغفرت حاصل ہوئی"[۱]

علماء کی شان میں سب سے مشہور حدیث یہ ہے:۔

العلماء ورثۃ الانبیاء، علماء انبیاء کے وارث ہیں،

علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ اسے ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے ترجمہ باب میں اسے جگہ دیکر اسکی صحت تسلیم کر لی ہے اور اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا[۲] پھر ہم نے کتاب ان لوگوں کے درمیان وراثت چھوڑی جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ہے،

نیز امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی دوسری کتاب تاریخ کبیر میں متعدد سندوں سے نقل کیا ہے، اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں اسی مفہوم کی ایک دوسری روایت موجود ہے[۳]،

علم اور تحصیلِ علم کی فضیلت میں صحابہ و تابعین و علمائے اسلام کے آثار و اقوال

علم اور علماء کی فضیلت میں صحابہ، تابعین، اور علمائے اسلام کے بہ کثرت آثار و اقوال مروی ہیں، حضرت معاذ بن جبل تحصیلِ علم کی تلقین کرتے ہوئے

[۱] یہ حدیثیں ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں، امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور قاضی ابن جماعہ نے تذکرۃ السامع میں نقل کی ہیں، اور ان میں سے اکثر کنز العمال جلد ۵ ص ۲۰۴ کتاب العلم میں موجود ہیں، [۲] فتح الباری جلد ا ص ۸۲ [۳] حاشیہ تذکرۃ السامع ص،

فرماتے ہیں :۔

"علم سکھاؤ اس لئے کہ علم کا سکھانا نیکی ہے، اور اس کا طلب کرنا عبادت ہے، اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح اور اس پر بحث کرنا جہاد، اس کا خرچ کرنا تقرب الٰہی کا ذریعہ اور نہ جاننے والے کو بتانا صدقہ جاریہ ہے[1]"

حضرت ابو ذرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے :۔

"علم کا ایک باب جو ہم پڑھتے ہیں، وہ میرے نزدیک نفل کی ایک ہزار رکعتوں سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور علم کے ایسے باب کا پڑھنا جس پر ہم عمل بھی نہ کرسکیں؟ تو وہ بھی سو رکعتوں کے پڑھنے سے بہتر ہے"

حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ

"فقہ کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے[2]"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت کمیلؓ سے فرمایا :۔

"اے کمیل! علم دولت سے بہتر ہے، علم پاسبانی کرتا ہے، اور دولت کی پاسبانی تمہیں کرنی پڑتی ہے، اور علم حکمراں ہوتا ہے، اور دولت پر حکمرانی کی جاتی، اور دولت خرچ ہونے سے کم ہوتی ہے، اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ اثر بھی منقول ہے کہ

"عالم روزہ دار، زاہد اور مجاہد سے افضل ہے، جب کوئی عالم وفات پاتا ہے، تو اسلام میں ایک روزن ہوجاتا ہے جو اسکے قائم مقام کے آنے کے بعد بند ہوتا ہے"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ

[1] ابوداؤد جلد ۲ ص ۷۰، وابن ماجہ ص ۱۱۔ [2] دارقطنی وکنز العمال جلد ۵ ص ۲۰۸۔

"حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو علم، دولت، اور سلطنت میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا، انھوں نے علم کو منتخب کیا، تو دولت وسلطنت بھی اس کے دامن سے وابستہ ہاتھ آئی"

فتح موصلیؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے لوگوں سے پوچھا کہ اگر مریض کھانے پینے اور دوا کھانے سے روک دیا جائے تو وہ مر نہ جائے گا؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو انھوں نے فرمایا:

"یہی قلب کا حال ہے، اگر اسے تین دن علم وحکمت سے روک دیا جائے، تو وہ مردہ ہوجائیگا"

زبیر بن ابوبکر کہتے ہیں، کہ ان کے والد نے انھیں یہ نصیحت لکھ بھیجی کہ

"لازم ہے کہ تم علم کی طلب کرو، کیونکہ اگر تم فقیر ہوگئے، تو علم تمہاری دولت ہوگا، اور اگر تم مالدار ہوئے تو علم تمہارا حسن وجمال بنے گا"

ابن مبارک فرماتے ہیں :۔

"مجھے اس شخص پر تعجب آتا ہے، جو علم حاصل نہیں کرتا، اس کے باوجود اپنے کو عزت کیے جانے کا مستحق سمجھتا ہے"

حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں :۔

"اگر میں ایک مسئلہ کی تعلیم حاصل کروں تو یہ میرے نزدیک رات بھر نماز پڑھنے سے بہتر ہے"

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں :۔

"علم کی ایک مجلس لہو ولعب کی ستر مجلسوں کا کفارہ ادا کرتی ہے،"

امام شافعی نے فرمایا :۔

"علم کی تحصیل نفل پڑھنے سے افضل ہے"

ابن عبد الحکمؒ کا بیان ہے، کہ وہ امام مالکؒ کے پاس تعلیم حاصل کرنے میں مشغول تھے، جب ظہر کی نماز کا وقت آیا، تو انھوں نے نماز میں جانے کے لئے اپنی کتابیں سمیٹیں، اس وقت امام مالکؒ نے فرمایا:

"جس چیز کے لئے تم جس چیز کو چھوڑ رہے ہو، وہ اس سے افضل نہیں اگر علم کی تحصیل کی نیت درست ہے"۔[۵۶]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"انسانوں کو خیر کی تعلیم دینے والے کے لئے ہر چیز دعا کرتی ہے یہاں تک کہ مچھلی بھی سمندر میں دعا گوئی میں مصروف رہتی ہے"۔

بعض بزرگوں کا قول ہے:۔

علماء زمانوں کے چراغ ہیں، ان میں سے ہر عالم اپنے زمانہ کے لئے روشنی ہے جس سے اسکے زمانہ کے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں"۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے، کہ انہوں نے ایک مرتبہ کہا کہ علم کی قیمت ہوتی ہے، پوچھا گیا وہ کیا ہے تو فرمایا:۔

"اسے اس شخص کو دو، جو اسے عمدہ طریقہ سے اٹھائے اور ضائع نہ کرے"۔[۵۷]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں:۔

"اللہ کے نزدیک عزت میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں، جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہیں، اور وہ انبیاء اور علماء ہیں"۔

نیز انہوں نے فرمایا،

"نبوت سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں، اور نبوت کے بعد علم کا درجہ ہے"۔

سہل کہتے ہیں:۔

"جو انبیاء کی مجلسیں دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو، وہ علماء کی مجلسوں میں بیٹھے، ان کی مجلسیں انبیاء

[۵۷] احیاء العلوم جلد ۱ ص ۵ تا ۷، ۵۲ ایضاً

کی مجالس کا نمونہ ہیں"۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

اگر باعمل علماء، اللہ کے اولیاء نہیں تو پھر اللہ کا کوئی ولی نہیں ہے"۔

امام سفیان ثوری اور امام شافعی سے منقول ہے، کہ

فرائض کی ادائی کے بعد علم کی طلب سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں"۔

قاضی ابن جماعہ ان آثار و اقوال کو نقل کر کے لکھتے ہیں، کہ ان سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم میں مشغول رہنا نفل کی بدنی عبادتوں نماز، روزہ، تسبیح اور دعا وغیرہ سے بہتر ہے، کیونکہ اس کے علم کا نفع اس شخص کو حاصل ہونے کے علاوہ دوسرے لوگوں تک بھی پہونچے گا، اور جسمانی عبادتوں نفل نمازوں اور وظیفوں وغیرہ کا نفع صرف اسکی ذات تک محدود رہے گا، بلکہ عالم کے علم سے اس کی وفات کے بعد بھی نفع پہونچنا ممکن ہے، اور علامہ ابن عبدالبر نے اس موقع پر اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے، کہ مرنے کے بعد سب کے عمل کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، سوائے تین قسم کی چیزوں کے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرے ایسا علم جس سے اس کے مرنے کے بعد بھی نفع ہو، اور تیسرے صالح لڑکے جو اس کے حق میں بھلائی کی دعا کریں، لیکن عابد کی عبادت سے صرف اسکی ذات کو نفع پہونچتا ہے۔[۱]

اس بزرگی اور بڑائی کا مصداق بننے کے لئے بعض شرطیں

لیکن اسلام نے علم کی ان بزرگیوں اور عزتوں سے صرف ان علماء کو مشرف کیا ہے، جو علم کے ساتھ اپنے دامن میں عمل کا ذخیرہ بھی رکھتے ہوں، چنانچہ قاضی ابن جماعہ علم اور علم والوں کی فضیلتیں بیان کرنے کے بعد علم حاصل کرنے والے کیلئے ذیل کی شرطیں لکھتے ہیں:

۱۔ علم اور علماء کی یہ فضیلتیں صرف ان لوگوں کے لئے ہیں، جو علم کیساتھ عمل کے زیور سے بھی آراستہ ہوں اگر ان کے علم حاصل کرنے کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنا ہو،

[۱] تذکرۃ السامع ص ۱۳ و مختصر جامع بیان العلم ص ۱۴

۲۔ علم کی طلب کسی بری نیت سے نہ ہو؛

۳۔ علم کی طلب میں دنیاوی غرضیں، جاہ، منزلت، دولت، ثروت، ناموری اور پیشوا بننے کی ہوس شامل نہ ہو، کیونکہ اسلام میں علم کے جہاں وہ فضائل گنائے گئے ہیں، اسی کیساتھ بری خواہشوں اور دنیاوی غرضوں سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے[1]، ترمذی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

"جو شخص علم اس غرض سے حاصل کرے کہ وہ اسکے ذریعہ سے بیوقوفوں سے بحث و مباحثہ کرے یا اسکی طرف لوگ عقیدت سے جھکیں، تو اللہ اس شخص کو دوزخ میں داخل کریگا"،

دوسرے لفظوں میں ارشادِ نبوی ہے:۔

"جس شخص نے علم خدا کے سوا کسی دوسرے کے لئے حاصل کیا، اور خدا کے علاوہ اس کی طلب میں کوئی دوسری غرض شامل رہی ہو، تو خدا جہنم میں اس کا ٹھکانا بنائے گا"[2]،

اسی طرح آپ نے فرمایا:۔

"جس نے اس علم کو جس سے اللہ کی مرضی حاصل کیجاتی ہے، اسلئے حاصل کیا کہ اس سے اپنی کوئی (دنیوی) غرض حاصل کرے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا"[3]،

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا،

پہلا شخص جسکا قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا (وہ راوی نے تینوں شخصوں کا ذکر کیا اور انمیں) وہ شخص ہے جس نے علم سیکھا اور اسکو سکھایا اور قرآن پڑھا، تو اسکو لایا جائیگا، اور خدا اس پر اپنے احسانات جتائیگا، اور وہ انکو تسلیم کریگا، پھر خدا کہے گا کہ تُنے اس کو کیا کام لیا، وہ کہے گا کہ میں نے تیرے لئے علم سیکھا اور سکھایا، تیرے لئے قرآن پڑھا، خدا کہے گا کہ تو جھوٹ کہتا ہے، تو نے اسلئے علم سیکھا کہ یہ کہا جائے کہ تو عالم ہے، اور تو نے قرآن اسلئے پڑھا کہ یہ کہا جائے کہ تو قاری ہے، پھر اسکے متعلق حکم دیا جائیگا اور وہ منہ کے بل گھسیٹتا ہوا لایا جائے گا، یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا[4]، (باقی)

[1] تذکرۃ السامع ص ۱۳، [2] ترمذی ص ۳۱، [3] ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۰، [4] صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۴۰

تلخیص و تبصرہ

دنیائے فلسفہ

گذشتہ سال کئی ممتاز فلسفیوں کا انتقال ہوا، سر فریڈرک پولک نے ۹۱ سال کی عمر میں ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۳۷ء کو اس دنیا کو خیرباد کہا، سر فریڈرک آکسفورڈ یونیورسٹی میں بیس سال تک قانونیات کا پروفیسر رہا، وہ قانون پر فلسفیانہ نظر رکھنے میں بہت ہی ممتاز تھا، اس موضوع پر اسکی کتابیں خطباتِ آکسفورڈ (Oxford Lectures 1890) اور قانونیات اور اخلاقیات پر مضامین" بہت ہی قابلِ قدر ہیں خیالی فلسفہ میں اس کا نام اسکی تصنیف" اسپنوزا۔ اسکی سوانحِ حیات اور فلسفہ کے سبب زندہ جاوید رہے گا، پولک نے یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں لکھی تھی، اس کے قبل انگریزی زبان میں اسپنوزا کے فلسفہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی، اسی کتاب کی بدولت اسپنوزا کے فلسفہ سے اہلِ انگلستان کی دلچسپی بڑھی، یہ کتاب اس لئے بھی ایک کارنامہ کہی جاسکتی ہے کہ مصنف نے اسپنوزا کی تحریروں سے براہ راست استفادہ کیا ہے، اور اس کے فلسفہ کی جو تفسیر و تشریح فرانسیسی، جرمن اور ڈچ شارحین نے کی ہے، ان کو ملحوظ رکھا ہے، بعد کے بعض شارحین نے پولک کے استدلال سے اختلاف ضرور کیا ہے لیکن سبھوں نے اسکی کتاب سے استفادہ کرنے پر تشکر و امتنان بھی ظاہر کیا ہے،

۔ راگست ۳۷ء کو ڈاکٹر اف، سی، اس، شیلر کا لوس انجلیس میں ۷۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا، وہ قلم کا بڑا دھنی تھا، مسلسل پچاس برس تک مضامین اور مستقل تصانیف لکھتا رہا، گرین کے انتقال کے بعد آکسفورڈ میں اسکی تعلیمی زندگی شروع ہوئی، لیکن وہ ابتدا ہی سے گرین کے طریقۂ فکر و نظر کا مخالف تھا، اپنی سب سے

پہلی تصنیف "ابوالہول کا معمہ" (Riddle of the sphinx) میں جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی اور جس میں ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کے تاثرات تھے، اس نے ایک نظریہ پیش کیا، جو مِل سے ملتا جلتا ہوا کہ خدا ایک متناہی ذات ہے، جو دنیا میں بطور ایک فعّال کے داخل و ساری ہے، لیکن اصلی شخصیت کے لحاظ سے ماورائے مادہ طاری ہے، اپنے ایک دوسرے مضمون "براہین اوّلیہ بحیثیت اصول موضوعہ" (Axioms as postulates) میں سب سے پہلے اس نے اس چیز کا خاکہ پیش کیا، جس کو اس نے ولیم جیمس کی تقلید میں (Pragmatism) اور بعد میں (Humanism) کہا، اس مضمون میں اس نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے تجربہ کی دنیا بنی بنائی معطیات نہیں، بلکہ انسانوں کے تجربوں اور آزمائش کی ایک تعمیر ہے، ہمارے نئے نئے تجربے واقعات کو برابر بدلتے رہتے ہیں، اور اس تعمیر میں جو اصول ابتداً میں کارفرما ہوتا ہے، وہ "مطالبہ" ہے، جس کا انحصار ہمارے تجربات یا معطیات پر ہے، اور پھر انہی کی جانچ پڑتال سے بعض تو براہینِ اوّلیہ میں آجاتے ہیں، اور بعض بالکل نظر انداز ہو جاتے ہیں، (Humanism) سے شیلر کا مقصد موجودہ طرز کے منطقیانہ خیالات کی اصلاح تھی، اس کے لئے اس نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں، اپنی کتاب "رسمی منطق" (Formal Logic) میں اس نے روایاتی منطق پر سخت نکتہ چینیاں کی ہیں، دوسری کتاب "منطق برائے استعمال" (Logic for use) میں اس نے ثبوت کے بجائے "کشف و تحقیق" کی منطق پیش کی، اس کی دوسری تصنیفات (Studies in Humanism, Humanism) اور افلاطون (Plato,) ہیں،

ایک تیسری المناک موت پروفیسر جے، ال، اسٹاکس کی ہے، جو ۵۴ برس کی عمر میں ۱۳ رجون کو فوت ہوا، پروفیسر موصوف اسی سال کے شروع میں لیور پول یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر ہوا تھا، وہ یونانی فلسفہ کا بڑا ماہر تھا، اس نے ۲۲ء میں ارسطو کی کتاب (De Coelo) کا ترجمہ کیا تھا، جو آکسفورڈ ایڈیشن کے تصنیفاتِ ارسطو کے مجموعہ کے ساتھ شائع ہوا، اس نے اس ترجمہ کیساتھ جو حواشی اضافہ کئے

ہیں، وہ ارسطو کے فلسفہ سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ کے لئے بہت ہی مفید اور قیمتی ہیں، ۲۵ء میں اس کی ایک مختصر کتاب (Aristotelianism) کے عنوان سے نکلی، جس میں اُس نے ارسطو کی مصنفات اور فلسفیانہ تعلیم کا ایک بہت ہی قابلِ تعریف، واضح اور دلچسپ بیان پیش کیا ہے، اس نے اپنے مخصوص واضح طرز میں اپیکورس اور اس کے مقلدین کے الفاظ و اصطلاحات کی بھی تحقیقات کی ہے، جو لڈل اور اسکاٹ کے یونانی لغت میں شامل کر لی گئی ہیں، ۲۴ء میں وہ منچسٹر یونیورسٹی میں فلسفہ کے شعبہ کا صدر مقرر ہوا، اور اسی سال "بزم ارسطو" (Aristotelian Society) کا رکن بنایا گیا، جس کی روداد میں اس نے بہت سے عالمانہ مقالات لکھے، ۱۹۳۵-۳۶ء میں اس بزم کی صدارت اسکو تفویض ہوئی، ۱۹۳۳ء میں ڈرہم یونیورسٹی میں اس نے "مذہبی اعتقادات کی نوعیت اور فطرت" کے عنوان سے توسیعی خطبات بھی دیئے اس کی آخری تصنیف "مقصد کے حدود، اور دیگر مضامین" کے نام سے ۳۴ء میں شائع ہوئی،

پروفیسر ای، ہیلیوی کی موت بھی افسوسناک ہے، ۶۶ برس کی عمر میں ۱۲ راگست کو اس دنیا کو خیرآباد کہا، وہ ایک فرانسیسی فلسفیانہ رسالہ کا مدیر تھا، اور انگریزی تاریخ اور ادب میں بڑی بصیرت رکھتا تھا، اس کی "تاریخ انگلستان محاربات نپولین کے بعد" بہت اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے، اس نے فرانسیسی میں (La Formatin du radicalisme philosophiqu) تین جلدوں میں لکھی ہے، جن سے بنتھم کے فلسفہ سے انگلستان اور فرانس میں از سر نو دلچسپی پیدا ہوگئی،

گذشتہ سال فلسفہ کی نوعیت اور مقصد پر بعض دلچسپ مباحثے ہوئے، اس سلسلہ میں پروفیسر اے، جی، ایف، ہیلیٹ نے "رسالہ فلسفہ" جنوری ۳۶ء کے ایک مضمون میں اپنا خیال اس طرح ظاہر کیا ہے، کہ ایک سچے فلسفی کی اصلی خصوصیت متناہی چیزوں سے تعلق ہے، اس میں متناہیت کا صحیح مذاق، متناہی اور دنیاوی چیزوں کی فطرت کو اور ان کے غیر متناہی اور ابدی چیزوں سے تعلق کو پورے طور سے پہچاننے کا صحیح ذوق

ہوتا ہے، ذہنی نظام کی حیثیت سے فلسفہ صورت کے نظام ترتیب کی تفصیل کا مظاہرہ اور امتحانی وجود کو ان کی مناسب جگہوں پر متعین کرنے کا ذریعہ ہے،

پروفیسر ڈبلیو، ٹی سٹیس نے اسی رسالہ کی جون کی اشاعت میں "انسانی تہذیب و تمدن میں فلسفہ کی جگہ" کے عنوان سے لکھا ہے، کہ فلسفہ کی یہ کوشش ہوتی ہے، کہ معلومات کو ان کے آخری اصولوں کی طرف واپس لیجائے، وہ ان بنیادی اور آخری مسائل پر غور کرتا ہے، جو مذہب، اخلاق، سائنس، آرٹ اور ذوق سلیم سے ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، فلسفہ محض خیالات کی ایک ایسی قسم ہے، جس سے انسان اپنے علم کی ہر شاخ کے متعلق غور و فکر کر سکتا ہے، اس سے ظاہر ہوا، کہ وہ ہر مضمون کی بنیاد ہے، اور ساری انسانی تہذیب و تمدن سے متعلق ہے، اسی لئے یہ ایک مکمل تعلیم کا جزو لازم ہے،

مسٹر گلبرٹ اسی رسالہ کے جولائی نمبر میں فلسفہ کی حمایت کرتے ہوئے لکھتا ہے، کہ فلسفہ میں "ازم" کوئی معنی نہیں رکھتا، اگر فلسفہ میں کسی اصول کا سوال پیدا ہوتا ہے تو لائق فلسفیوں کا فرض ہے کہ وہ اس اصول یا نظریہ کی حمایت اور مخالفت کے براہین و دلائل کو یکساں طور پر سنیں، ایک سنجیدہ فلسفی کی متانت کا یہی اقتضا ہے، کہ عالم امثالیت (Idealism ،) منطقیانہ ایجابیت (Logical positivism) اور "عام ازم" کے موافق اور مخالف دلائل کو سنے اور اُن پر غور کرے، فلسفہ کے مذہب میں ایمان و راسخ العقیدگی کفر ہے، ہر جدید فلسفیانہ نقطۂ نظر کے لئے ایک "ازم" قائم کر دینا لغو اور مہمل ہے، اس میں شک نہیں، کہ خیالات کی تاریخ کو واضح کرنے کے لئے اصطلاحات کا استعمال ضروری ہے، لیکن ایسے اصطلاحات جتنے بھی کم استعمال کئے جائیں زیادہ بہتر ہے،

ڈاکٹر اے جی گوشت استاذ بیل یونیورسٹی نے "افلاطون کا تخیل فلسفہ" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے، جس میں اس نے فلسفہ کے اغراض و مقاصد کے متعلق افلاطون کا تخیل پیش کیا ہے، یہ کتاب فاضلانہ اور نہ صرف فلسفہ کے طلبہ بلکہ عام پڑھنے والوں کے لئے بھی دلچسپ ہے، وہ لکھتا ہے کہ "افلاطونیت محض نتائج کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک خاص طرزِ زندگی ہے، یہ جہالت کے خلاف ایک عظیم الشان مذہبی جنگ ہے،" اس نے افلاطونیت کے چار خصوصیات بتائے ہیں، ایک یہ کہ فلسفہ سچائی کی پرستش کرنا سکھاتا ہے، چنانچہ ذات کا مرکزی مقام یہی سچائی ہو جاتا ہے، دوسرے یہ کہ فلسفہ ہر انسان کے لئے نہیں، بلکہ چند افراد کیساتھ مخصوص ہے، تیسرے یہ کہ فلسفہ کے معنی "سچائی کا اقتدار ہے" اس لئے ایک فلسفی کا سب سے اہم فرض یہ ہے کہ وہ اسی حیثیت سے اپنی سیرت کو برقرار رکھے، خواہ دنیاوی زندگی میں اس کے نتائج کیسے ہی مترتب ہوں، چوتھے یہ کہ جب ایک افلاطونی سچائی کا پابند ہو جاتا ہے، تو وہ گویا اپنی زندگی کا حلیف ہو جاتا ہے،

پروفیسر جی سی فیلڈ نے "تعلیم فلسفہ" پر ایک تقریر میں کہا کہ "مجھکو بڑا ہی اطمینان حاصل ہوگا، اگر طلبہ میرے شعبہ سے نکل کر فلسفہ کے فن کو غور نہ کریں، لیکن اور دوسرے تمام مضامین کو فلسفیانہ طرز پر غور کریں، فلسفہ کی تعلیم کا مقصد یہی ہے، کہ لوگ اپنے اعتقادات اور خیالات کو سوچیں اور انکے مقولوں پر ناقدانہ نظر رکھیں"

مذہب پر بھی بعض دلچسپ فلسفیانہ مباحث ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں پروفیسر برونر نے یہ خیالات ظاہر کئے ہیں، کہ خدا کے وجود کے احساس کا آغاز مذہبی خیالات سے نہیں ہوتا ہے، اگر ہم صرف مذہبی خیالات کو پیش نظر رکھیں، تو ہماری نظروں میں خدا کا وجود ہمیشہ مشکوک رہے گا، اگر خدا تخیل سے زیادہ کوئی چیز ہے، یا ایک وجودی روحانی حقیقت ہے، تو پھر اس کے وجود کا احساس ہم کو اسی وقت ہو سکتا ہے، جب وہ ہم سے براہ راست گفتگو کرے،" پروفیسر موصوف کا خیال ہے، کہ خدا ہم سے براہ راست گفتگو کرتا ہے، وہ ہم سے ملتا بھی ہے، اس کی گفتگو انجیل ہے، اور اسکی ملاقات حضرت مسیح کی روح جو انسان کے دل میں جاگزین ہے، مگر پروفیسر ڈاوس بکس اس پر یہ اعتراض کرتا ہے، کہ انجیل خدا کی گفتگو کیونکر قرار دیجا سکتی ہے جب کہ یہ "غلطیوں، متضاد باتوں، اور انسان، فطرت اور تاریخ کے بہت سے واقعات و حالات سے متعلق گمراہ کن غلط نظریوں سے بھری ہوئی ہے،" پھر بائبل میں یہ بھی ہے، کہ "خدا ایسی بات کو جسے ایک زمانہ میں کہہ چکا ہے، مومن کے دل میں تاریخ کے مابعد عہد میں پھر کہے گا،"

ڈاکٹر ہیوبرٹ بوکس نے ایک کتاب "خدا اور جدید ذہنیتیں" میں ایک دوسرے قسم کے خیالات ظاہر کئے ہیں، اس میں ڈاکٹر موصوف نے پہلے مذہب کے متعلق بہت سے جدید مفکروں کی رائے پیش کر کے ان کو سینٹ ٹامس اکیوناز کے اصولوں پر جانچنے کی کوشش کی ہے، اور اکیوناز کے اصولوں پر بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے، کہ خدا واحد ہے، غیر مخلوق ہے، غیر متغیر ہے، متناہی ہے، مطلق ہے، خدا میں عرض اور جوہر ساتھ ساتھ ہیں، خدا نے اپنے وجود کو نہ خود بنایا، اور نہ کسی دوسرے سے بنوایا، اس کا وجود فطری اور لازمی ہے" یہ کوئی نئی بات نہیں، لیکن یہ کتاب اسلئے قابلِ قدر ہے کہ اس میں ازمنہ وسطیٰ کے مفکروں کے بعض اہم خیالات کو جدید روشنی میں پیش کر کے قابلِ قبول بنانے کی کوشش کی گئی ہے،

موجودہ دور میں افلاطون (Plato Today) کے نام سے کراسمین (آکسفورڈ یونیورسٹی) نے ایک نہایت ہی دلچسپ کتاب لکھی ہے، جس میں افلاطون کے تخیل اور نظریوں کی روشنی میں تمام مسائلِ حاضرہ پر ایک ناقدانہ نظر ڈالی ہے، افلاطون کا فلسفہ ایک ایسا طرزِ زندگی سمجھا جاتا ہے، جس کا انحصار ذہنی سچائی پر ہے، افلاطون ایک انقلاب آفرین شخص اور فلسفی تھا، اور انسانی زندگی کی خرابیوں اور برائیوں سے بہت متاثر تھا، اسی لئے اس نے ہیئتِ اجتماعیہ اور اس کے افراد کو تاریکی سے نکال کر ذہنی روشنی میں لانا اپنا مقصدِ زندگی بنا لیا تھا، لیکن کیا اسکا تخیل ہر زمانہ اور ہر فرد کے لئے موزوں ہو سکتا ہے؟ اسی سوال کو پیشِ نظر رکھ کر کراسمین نے مذکورۂ بالا کتاب لکھی ہے،

اس کتاب کے پہلے چار ابواب میں افلاطون کے نظریہ کی تشریح ہے، باقی پانچ بابوں میں مصنف نے مسائلِ حاضرہ مثلاً جمہوریت، اشتراکیت، فاشزم، تعلیم، خاندانی زندگی وغیرہ افلاطون کے سامنے اصلاح کی غرض سے پیش کئے ہیں، اس سلسلہ میں وہ عورتوں کی آزادی کے متعلق لکھتا ہے، کہ "اس وقت ہم لوگ ایک المناک مغالطہ میں ہیں، اگر عورتیں آزاد ہو کر ہر حیثیت سے مردوں کی مد مقابل سمجھی جانے لگیں، تو جنسی خلط خصوصاً مسئلہ ازدواج کو نظرانداز کرنا پڑے گا، لیکن اگر ہم متاہل زندگی کو اہمیت دیتے ہیں، اور صنفی جبلت کو

اپنے سے دور نہیں کر سکتے، تو پھر عورتوں کو مردوں کا مدمقابل بننے کے دعویٰ سے دست بردار ہونے پڑے گا، اور اپنی زندگی کی اہم غرض صرف مردوں کا شریکِ زندگی ہونا قرار دینا پڑے گا، .... افلاطون کی نظر میں اس کشمکش سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ کچھ مرد اور عورتیں بلند اخلاق کا نمونہ پیش کرتی ہیں، گو سب نہیں، اسلئے ایک ایسا قانونی نظام بنانا چاہئے جس میں کچھ قوانین طبقۂ خواص کے لئے ہوں، اور کچھ عوام کے لئے، مگر کیا یہ ممکن ہے؟ شاید نہیں، روس نے صنفی آزادی دے کر تجربہ کیا تھا، لیکن وہ ناکام ثابت ہوا، عوام نے اس کا جائز استعمال نہیں کیا، اب گذشتہ دو سال سے روس ایک نئے معاشرتی اخلاق کے لئے قوانین وضع کر رہا ہے"

سب سے فاضلانہ باب "افلاطون کی نظر اشتراکیت پر" ہے، ایک راسخ العقیدہ اشتمالی تو افلاطونیت کو اسی نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، جس طرح عیسائیت کو دیکھ چکا ہے، لیکن اشتمالیت اور افلاطونیت میں ایک اشتراک ضرور ہے، افلاطون کا نظریہ ہے کہ ایک فلسفی بادشاہ ہو سکتا ہے، لینن جسکی اہم مثال ہے،

کراسمین کا خیال ہے کہ اگر افلاطون موجودہ دنیا کی اصلاح کی کوشش کرتا تو اپنے عہد کی طرح آج بھی ناکامیاب ہوتا، اس کا خواب "کہ ایک ذہنی سربرآوردہ گروہ کو فرمانروائی کے تمام اختیارات سپرد کر دیئے جائیں"، محض خواب ہی رہتا ہے، کیونکہ یہ صورت لامحالہ جماعتی استبداد میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور جماعت کی مدافعت اور حفاظت میں سچائی ایک شریفانہ جھوٹ میں بدل جاتی ہے،

اپنی تمام نکتہ چینیوں کے باوجود کراسمین افلاطون کو ایک بہت بڑا سیاسی مفکر سمجھتا ہے، ایک جگہ لکھتا ہے، "میرے تمام اعتراضات اپنی جگہ پر صحیح ہیں، لیکن اس کے باوجود میں افلاطون کی "جمہوریت" (Republic) کو سیاسی فلسفہ کی اہم ترین کتاب سمجھتا ہوں، اگرچہ میں اسکو جتنا زیادہ پڑھتا ہوں اتنی ہی زیادہ مجھکو اس سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے، لیکن پھر بھی میں اسکو بار بار پڑھنے پر مجبور ہوں، کیونکہ اسی میں اصلی فلسفہ پاتا ہوں، یہ عقلی مباحثوں سے سچائی کی حد تک پہونچنا چاہتی ہے، اور ایک غیر جانب دار تحقیق کا نمونہ ہے، وہ اپنے پڑھنے والوں کو نہ مرعوب اور نہ کسی فریب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے،

اور نہ ان کے جذبات برانگیختہ کرکے ان کو گمراہ کرتی ہے، بلکہ ان کو اپنے مصنف ہی کے جیسا فلسفی سمجھتی ہے، جنکی زندگی کا واحد مقصد صرف تلاشِ حق ہوتا ہے۔

کراسمین کے خیالات افلاطون کے متعلق خواہ کچھ بھی ہوں لیکن ایک بات غور طلب یہ ہے کہ کیا افلاطون کے یہاں موجودہ دنیا کے لئے کوئی پیام نہیں ہے، ؟ ضرور ہے، لیکن اس کا پیام حکومت کے پیچ پر پیچ نظام کے لئے نہیں، بلکہ اس کے مابعد الطبیعاتی تخیل کی اسپرٹ میں ہے، جس کو وہ عمل میں لاکر ایک نئی دنیا بنانا چاہتا تھا، اگر افلاطون موجودہ دور میں پیدا ہوا ہوتا تو وہ ہماری بڑھتی ہوئی مادیت پر ہماری سائنس، ہمارے آرٹ، فلسفہ، سیاست، خیالات، واعتقادات اور یقینیات پر اسی شدت کے ساتھ نکتہ چینیاں کرتا جس طرح کہ اپنے عہد کی برائیوں اور خرابیوں پر کی تھیں، اور ہم کو نجات دلانے کے لئے تغیر پذیر چیزوں سے دور ایک غیر متغیر حقیقت کی طرف، زمانہ سے دور دوام کی طرف اور کثرت سے دور وحدت کی طرف لیجاتا، یہی اس کا اصلی فلسفہ ہے، اور اسی میں اس کا پیام ہے، جو نہ صرف ہر ملک اور ہر قوم بلکہ ماضی، حال، اور مستقبل ہر زمانہ کے لئے یکسان موزوں ہے۔

(ہیبرٹ جرنل اکتوبر سنہ ۱۹۳۷ء)

"ص ع"

الکلام

مولٰینا شبلی مرحوم کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے، اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، اور عقائد واصول اسلامی کی فلسفیانہ تشریح، طبع سوم مطبوعہ معارف پریس، ضخامت ۲۷۵ صفحے، قیمت عہ/

"منیجر"

اخبارِ علمیہ

غیر محدود کائنات

الہ آباد یونیورسٹی کی طلائی جوبلی کے موقع پر ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان نے "غیر محدود کائنات" پر ایک محققانہ لکچر میں فرمایا، کہ "انسان جس نے اس کرۂ زمین کی زندگی کی ایک نہایت ہی قلیل مدت ابھی گذاری ہے، اب تک فطرت کی غیر محدود وسعت پر محض قیاس آرائیاں کرتا رہا ہے، اور حقیقت کی تلاش میں صرف تاریکی میں سرگرداں اس نے قیاسات بھی کئے تو غلط، اور ادھورے، نئے نئے تجربات سے اسکو اپنی غلطیاں بھی ضرور معلوم ہوتی رہیں، اور وہ نئے نئے قیاسات بھی کرتا رہا، لیکن فطرت کی کنہ اب تک اسکی دسترس سے باہر ہے، کائنات کی گہرائی کو جاننے کی بھی اس قسم کی کوشش ہوتی رہی ہے، گیلیلیو کے زمانہ سے اب تک نہایت ہی طاقتور دوربینیں بن گئی ہیں، لیکن فضا کی گہرائی اب تک نہیں معلوم ہو سکی ہے، انسان اپنی بصیرت کی مصنوعی ترقیوں کے ذریعہ سے فضا کی گہرائیوں کو دیکھنے میں کچھ ضرور کامیاب ہوا ہے، لیکن ابھی تک اسکی حد کو نہیں پہونچ سکا ہے، کیونکہ وہاں تک پہونچنا انسانی طاقت سے باہر ہے، اس میں شبہ نہیں کہ انسانی معلومات میں عظیم الشان ترقیاں ہو چکی ہیں، لیکن یہ معلومات ابھی تک اپنے ابتدائی دور میں ہیں جس طرح اسکی بصیرت ایک تنگ دائرہ مین محدود ہے، اور وہ ان اشیا کو جو ایک مقررہ شکل وصورت سے بھی چھوٹی ہیں، یا ان اجسام کو جو ان کی دیکھی ہوئی حد سے دور ترین نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح اس کی معلومات بھی ایک تنگ دائرہ مین محدود ہیں گذشتہ صدی میں سائنسدانوں کی تحقیق وتدقیق سے وہ چھوٹے چھوٹے ذرات جو نا معلوم تھے،

انسانی مشاہدہ میں آگئے ہیں، مثلاً اب مادہ کی ماہیت یہ سمجھی جاتی ہے، کہ اس میں سالمے ہیں، جو ایسے ذرات پر مشتمل ہیں، جو مرکزہ (Nucleus) رکھتے ہیں جن کے گرد ایک برقیہ گھومتی رہتی ہو، اس برقیہ کا مشاہدہ کرنا ناممکن ہی، کیونکہ یہ ایک سنٹی میٹر کا پانچ کروروال حصّہ ہے، اور ایک سکنڈ میں اربوں دفعہ مرکزہ کے گرد گھومتی رہتی ہے، اگر یہ بھی معلوم کر لیا جائے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اندرونی دنیا کی یہی حد ہے، ممکن ہو اس کے اندر بھی بہت سی چھوٹی چھوٹی دنیائیں آباد ہوں،

انسان تو اس دنیا کی ایک نہایت ہی حقیر مخلوق ہے، یہ زمین جس پر کہ وہ آباد ہے پچیس ہزار میل کے احاطہ کا ایک عظیم الشان کرہ ہے، لیکن آفتاب کے مقابلہ میں کتنی حقیر چیز ہے، کیونکہ اول الذکر زمین سے ۱۳ لاکھ گنا زیادہ بڑا ہے، اور پھر یہی عظیم الجرم آفتاب کائنات کا ایک نہایت ہی حقیر ذرہ ہو جاتا ہے، اتنا حقیر جتنا ایک غیر محدود سمندر میں ایک قطرہ، کہکشان کا قطر اتنا بڑا ہے، کہ اسکی روشنی اپنی انتہائی سرعت کے باوجود ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچنے میں دو لاکھ بائیس ہزار سال کی مدت لیتی ہے، اس کہکشان سے ماورا کروروں کہکشاں ہیں، جو ۱۰۰ انچ والی خوردبین سے دکھائی دیدیتی ہیں، قیاس کیا جاتا ہو کہ یہاں سے دنیا تک روشنی پہونچنے میں چودہ کرور برس لگیں گے، امریکہ کے سائنسدانوں نے ایک ایسی دوربین تیار کی ہے کہ جس کا قطر ۲۰۰ انچ ہے، گو ابھی یہ استعمال میں نہیں آئی ہے، مگر یہ آنکھوں سے دس لاکھ گنی زیادہ روشنی پیدا کرتی ہے، اور سائنسدانوں کو امید ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ دور دراز آسمانی نظام کا مشاہدہ کر سکیں گے، لیکن وہ کتنی ہی دور تک کیوں نہ دیکھ سکیں، کائنات کے متعلق معلومات پھر بھی نامکمل رہیں گی،

کائنات کی لمبائی اور چوڑائی کی پیمایش کرنا ایک فعلِ عبث ہوگا، انسان کو اپنی لاچاری محسوس کر کے اعتراف کر لینا چاہیے، کہ اس میں اتنی قوت نہیں کہ وہ کائنات کا احاطہ کر سکے، یہ تو پھر بھی ایک عظیم الشان مسئلہ ہے، آفتاب ماہتاب اور ستاروں کی حرکت ہی اب تک ایک معمہ بنی ہوئی ہے، کتنے نظریے قایم کئے گئے اور کتنے رد کئے گئے، اور انسان ان کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا، لیکن ان محققوں کی کوشش قابلِ

تحسین ہے، جو اپنی مخلصانہ تحقیقات سے انسانی معلومات میں اضافہ کر رہے ہیں، اور جن کے نظریے گو اصل حقیقت تک پہونچنے سے قاصر ہیں، اور رہیں گے، تاہم انسانی تمدن ان کے مزید معلومات کا ممنون ہوتا رہے گا،

سمندر کی گہرائیوں میں

بحری سفر کا ماہر ولیم بیب پھر ایک نئے سفر پر نکلا ہے، وہ میکسیکو اور متوسط امریکہ کے ساحل پر سفر کرتا ہوا، پناما تک جائے گا، اس کی خاص توجہ وہیل مچھلیوں کی طرف ہے، وہ ان کا گہرا مطالعہ کرتا ہے، اور بحرِ منجمد اور اوقیانوس کی مچھلیوں میں جو یگانگت پائی جاتی ہے، اس پر بھی غور کر رہا ہے، لیکن اس مرتبہ وہ خاص طور سے سمندر کے پانی کی سطح سے ایک میل نیچے کے جانوروں اور پودوں کی تحقیقات کرے گا، اور اسکے رفقائے سفر سمندر کے زیریں حصّے کے ٹیلوں، پہاڑیوں اور آبشاروں کے متعلق معلومات حاصل کریں گے، ابھی حال میں برطانی نوآبادیات کے دفتر کا ایک جہاز پچاس ہزار میل کا بحری سفر کر کے دو سال کے بعد واپس آیا ہے، اس کے جہازراں سمندر سے تین میل نیچے کی گہرائیوں کے جانوروں، پودوں اور وہاں کی حرارت اور موجوں کی لہروں کے باضابطہ نقشے تیار کر کے لائے ہیں،

اس سلسلہ میں اہلِ سائنس کو جس چیز کے متعلق دلچسپ معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ سمندر کے اندر دبے ہوئے، آبشار اور وہ مادے ہیں جو سمندر کی تہ کو ڈھکے ہوتے ہیں، ایسے سیکڑوں آبشار معلوم ہوئے ہیں، جو سمندر کے اندر ہی نکل کر بہتے رہتے ہیں، اس میں زیادہ مشہور دریائے ہڈسن کا آبشار ہے، جو نیویارک کی بندرگاہ سے پھیل کر سمندر تک پہونچتا ہے، اسی طرح نیو انگلینڈ کے ساحل سے دور تیس آبشار ہیں، جنوبی کلیفورنیا، جزیرہ وینکوور، اور جزیرہ ہوائی کے پاس بھی ایسے آبشار بہت ہیں، ان میں بعض تو ایک میل گہرے ہیں، سمندر کی تہ میں جو مادے ہیں، اس کے متعلق معلوم ہوا ہے، کہ ساحل سے نیچے کی طرف دو میل کی گہرائی میں پہلے ریت ملتی ہے، یہ ریت آگے چل کر کیچڑ ہو جاتی ہے، اور پھر یہ کیچڑ سے بخارات پیدا ہوتے ہیں، ا

یہ بخارات سرخ مٹی میں تبدیل ہو جاتے ہیں، یہ کیچڑ اور بخارات کہاں سے آتے ہیں، یا کیسے بنتے ہیں
ان کے متعلق ابھی صحیح معلومات نہیں مل سکی ہیں، ممکن ہو کہ جب کو کچھ پتہ چل سکے،

قدیم مختصر نویسی

۲۰۰۰ سال قبل مسیح مختصر، تیز اور مخفی تحریروں کی ضرورت ایسی ہی اہم تھی جیسی آج ہے، زینوفن اپنے استاد سقراط کے پاس بیٹھکر اس کے ملفوظات لکھنے میں مصروف رہتا تھا، وہ موم کی تختیوں اور ہڈیوں پر مخفی نشانات بناتا جاتا تھا، سسرو کی معرکۃ الآرا تقریریں اسی مختصر نویسی کی مدد سے ہم لوگوں تک پہونچی ہیں قدیم روم میں جہاں مقرروں کی تعداد بکثرت تھی، مختصر نویسی عام طور سے رائج تھی،

مختصر نویسی کی باضابطہ ایجاد سنہ ۶۳ قبل مسیح میں مارکس ٹولیس ٹی رو نے کی، جو سیسرو کا دوست تھا ٹی رو کی مختصر نویسی میں ہر لفظ کا صرف ابتدائی حرف ہوتا تھا، اس کے لئے اس نے الگ الگ نشانات مقرر کئے گو ہزاروں الفاظ کے لئے الگ الگ حروف ذہن نشین کرنا بہت ہی مشکل کام تھا، لیکن اس کے باوجود اسکی تعلیم اسکولوں میں ہوتی تھی، اور سکو شہنشاہ وقت بھی سیکھتا تھا، اس کا استعمال کئی صدیوں تک رہا،

ٹی رو سے بھی بہت پہلے یونانیوں میں بھی مختصر نویسی پھیلی ہوئی تھی، اس کے نمونے روم، پیرس اور لندن کے عجائب خانوں میں اب تک موجود ہیں، زینوفن اور ٹی رو کی مختصر نویسی کاغذ پر نہیں ہوتی تھی، بلکہ وہ موم کی تختیوں پر ہڈیوں سے لکھتے تھے، جولیس سیزر بھی اپنے ساتھ مختصر نویسوں کا ایک گروہ رکھتا تھا، جو موم کی تختیاں لئے اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے، جب لکھنے والے کی ایک تختی ختم ہو جاتی، تو سیزر دوسرے کو مخاطب کرتا تھا، جب سیزر اپنی گفتگو یا تقریریں ختم کر چکتا، تو یہ دوسری تختیوں یا چمڑوں پر نقل کر لی جاتیں، اس کو نقل کرنے میں سیزر کے سکریٹری تمام دن لگے رہتے، حالانکہ آج کل کے ٹائپسٹ اسی کام کی مقدار کو چند گھنٹوں میں انجام دے سکتے ہیں،

"ص، ع"

باب التقریظ والانتقاد

نئے رسالے اور اخبار

ماہانہ رسالے

سب رس مرتبہ صاحبزادہ میر محمد علی خان صاحب میکش، تقطیع بڑی ضخامت ۹۲ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت سالانہ حیدرآباد کے لئے للعہ شاہی عار، فی پرچہ ۸ر بیرون حیدرآباد کے لئے آٹھ آنے زائد، پتہ دفتر سب رس رفعت منزل خیرت آباد حیدرآباد دکن،

یہ رسالہ آغاز ۱۹۳۸ء سے نکلا ہے، حیدرآباد کی مشہور ادبی مجلس ادارۂ ادبیاتِ اردو کا جو متعدد مفید کتابیں شائع کر چکی ہے، ترجمان ہے، اس کا مقصد ہر استعداد ہر ذوق اور ہر صنف کے ہندوستانی خوانوں میں اسکے مطالعہ کی توسیع اور ان کے لئے دل پسند سامانِ مطالعہ فراہم کرنا ہے، اس لئے مضامین میں تنوع رنگا رنگی اور زبان کی سہولت کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے جسے ہر استعداد کے مرد عورتیں اور بچے یکساں دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں، لیکن غالباً عجلت کی وجہ سے پہلے نمبر کے مضامین کیفیت اور افادہ کے اعتبار سے ابھی تشنہ ہیں،

لیکن امید ہے کہ ڈاکٹر سید محی الدین صاحب زور قادری کی سرپرستی میں آئندہ نمبر میں کمی پوری ہو جائے گی، اور سب رس نہ صرف اپنے مقصد کے اعتبار سے بلکہ مضامین کے معیار کے اعتبار سے بھی حیدرآباد کے ممتاز رسائل میں آجائے گا،

نیسان مرتبہ پروفیسر سید محمد ضامن علی صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۹۰ صفحے کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت فی پرچہ آٹھ آنہ، پتہ اردو ایسوسی ایشن الہ آباد یونیورسٹی،

یہ رسالہ اردو ایسوسی ایشن الہ آباد یونیورسٹی کی جانب سے نکلتا ہے، کئی مہینہ ہوئے اس کا ایک نمبر تبصرہ و ریویو کے لئے موصول ہوا تھا، اس میں نہ مہینہ کی تصریح ہے نہ سالانہ قیمت مرقوم ہے، اسلئے اسکی اشاعت میں نظم و ترتیب کا پتہ نہیں چلتا، جلد اور نمبر کے ہندسہ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عرصہ سے نکلتا ہے، مضامین کے لحاظ سے نیساں اچھے ادبی رسائل میں شمار ہونے کے لائق ہے، ادبی رنگ غالب ہے، بیشتر مضامین مفید اور پڑھنے کے لائق ہیں، پروفیسر امرناتھ جھا کا مضمون "مذہب کے نام پر ایک التماس" خصوصیت کے ساتھ نئی تعلیم یافتہ پود کے مطالعہ کے لائق ہے، ادبی مضامین قریب قریب سب اچھے ہیں، نیساں الہ آباد یونیورسٹی کے طلبہ میں ہندوستانی زبان کا ذوق پیدا کرنے کا اچھا ذریعہ ہے،

انیس مرتبہ جناب محمود شفاعت صاحب، تقطیع اوسط، ضخامت ۸۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ ۱۲؍ ششماہی عار، پتہ دفتر انیس نمبر ۲۵ محمد علی پارک الہ آباد

یہ رسالہ الہ آباد کی ایک ادبی مجلس "انجمن انیس اردو" کا نقیب ہے، اس کے کئی نمبر ہم نے دیکھے، سب میں مفید علمی، ادبی اور تاریخی مضامین اور دلچسپ افسانے نظر آئے، علمی اور سنجیدہ مضامین میں سر تیج بہادر سپرو کا پنجاب یونیورسٹی کا خطبۂ صدارت اور سر سلیمان کا "حقیقتِ فلسفہ" قابلِ ذکر ہیں، ادبی مضامین بھی ستھرے اور دلچسپ ہیں، امید ہے کہ انیس ہندوستانی زبان کی مفید خدمت انجام دے گا،

شاہکار، مرتبہ جناب حکیم عارف بلگرامی، تقطیع اوسط، ضخامت ۹۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت اوسط، قیمت سالانہ ہے، ششماہی عار، پتہ دفتر شاہکار گورکھپور،

شاہکار عرصہ سے ہمارے جوار گورکھپور سے نکل رہا ہے، علمی، ادبی، تاریخی، فلسفیانہ، فنونِ لطیفہ، مختلف مذاق کے مضامین کا اچھا مواد پیش کرتا ہے، ہم نے اس کے متعدد نمبر دیکھے، مضامین کے تنوع اور دلچسپی کے لحاظ سے سب کو بہتر پایا، مضمون نگاروں میں جناب اثر لکھنوی، مولوی ابو العلا ناطق لکھنوی اور مجنون گورکھپوری کے نام رسالہ کی ادبی حیثیت کے لئے کافی ضمانت ہیں، کبھی کبھی ہندوستانی زبان کے متعلق مفید اور اچھی بحثیں نکلتی

ہیں، جن میں بعض منصف مزاج ہندوؤں کے نام بھی نظر آتے ہیں،

ہندوستانی مرتبہ جناب رشید کمالی صاحب ایم اے، تقطیع بڑی، ضخامت ۴۸ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت اوسط، قیمت سالانہ ہے، ششماہی عارفی پرچہ ۴؍، پتہ ہندوستانی عزیز منزل مراد آباد،

یہ رسالہ سر محمد یعقوب کی سرپرستی میں ان کے وطن مراد آباد سے نکلتا ہے، ہندوستانی زبان کی خدمت اس کا مقصد ہے جس کا شاہد اس کا نام ہے، اوسط درجے کے ادبی رسائل میں ہے، مضامین زیادہ تر ادبی ہوتے ہیں، کبھی کبھی کوئی علمی مضمون بھی ہوتا ہے، ایک حصہ عورتوں اور طلبہ و طالبات کے مضامین کیلئے مخصوص ہے، ابھی اس کو اسکے مقصد سے قریب کرنے کیلئے مضامین کے معیار اور ترتیب دونوں چیزوں کی جانب توجہ کی ضرورت ہے،

ندیم مرتبہ جناب مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی، تقطیع بڑی، ضخامت ۷۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ للعہ ششماہی ؏، پتہ دفتر ندیم خانقاہ منعمیہ رام ساگر روڈ گیا،

ندیم گیا (صوبہ بہار) کا پرانا رسالہ ہے، اب چند مہینوں سے اس کی ملکیت اور ادارت دونوں ہمارے رفیق مولوی سید ریاست علی صاحب ندوی کے تجربہ کار ہاتھوں میں آگئی ہے، اسلئے قدرۃً اسکی ظاہری اور باطنی خوبیوں میں نمایاں فرق پیدا ہوگیا ہے، مضامین کا معیار بلند ہوگیا ہے، ادب، افسانہ اور سنجیدہ مضامین میں تناسب و توازن پیدا ہوگیا ہے، زبان کی خدمت کے متعلق مفید نوٹس ہوتے ہیں، صوبہ بہار میں ہندوستانی زبان کی رفتار کی خبریں ہوتی ہیں، امید ہے کہ ندیم اس نئے دور میں اپنے صوبہ میں پہلے سے زیادہ بہتر اور کامیاب طریقہ سے ہندوستانی زبان کی خدمت انجام اور وہاں کے ادیبوں کے لئے نمونہ کا کام دیگا، لیکن افسانوں اور تصاویر کو مذاقِ عوام سے بچانے کی ضرورت ہے،

الادب مرتبہ جناب مولوی ضیاء النبی صاحب عباسی فاضل دیوبند، تقطیع اوسط، ضخامت ۳۰ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر، قیمت سالانہ عہ، پتہ اشرف العلوم کانپور،

یہ مذہبی رسالہ مدرسہ اشرف العلوم کانپور سے نکلتا ہے، ابھی اس کے صرف ایک دو نمبر نکلے ہیں، عام مسلمانوں

کے فائدے اور اصلاح کے دینی مسائل و مباحث اور اصلاحی مضامین ہوتے ہیں، عام دلچسپی کے لئے ادب کی چاشنی کا بھی انتظام ہے، ہر مہینہ مدرسہ اشرف العلوم کے آمد و خرچ کا گوشوارہ ہوتا ہے، عام مسلمانوں کی مذہبی معلومات کے لئے اچھا رسالہ ہے،

الارشاد مرتبہ جناب حاجی بشیر احمد صاحب تقطیع اوسط ضخامت ۳۲ صفحے کاغذ کتابت و طباعت اوسط قیمت سالانہ عہ پتہ دائرۃ الارشاد امرتسر

"الارشاد" دائرۃ الارشاد امرتسر سے حال میں نکلا ہے، مسلمانوں کو الحاد و مغربیت، اور ان گمراہ کن تحریکوں سے جو مذہب کی نقاب اوڑھ کر نکلتی ہیں، بچانا اس کا مقصد ہے، اس مقصد کے مطابق وہ صحیح اسلامی تعلیمات اور مفید مذہبی اور اخلاقی مضامین پیش کرتا ہے، اور گمراہ کن تحریکوں کے چہرہ سے مذہب کی نقاب ہٹاتا ہے، مقصد نیک ہے، خدا کامیاب کرے،

انوار مرتبہ جناب ماسٹر محمد وزیر خانصاحب تقطیع اوسط ضخامت ۴۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت معمولی، قیمت سالانہ عہ، طالب علموں سے ۸؍ پتہ انجمن محمدیہ فیروزپور چھاونی پنجاب،

"انوار" انجمن محمدیہ فیروزپور کا مذہبی پرتو ہے، چند مہینوں سے نکلا ہے، مذہب کے مختلف پہلوؤں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مفید مختصر مضامین ہوتے ہیں،

نور مرتبہ جناب اسد اللہ خانصاحب، تقطیع اوسط ضخامت ۴۸ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت اچھی قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۱؍ پتہ دفتر نور جالندھر

نور، ادبی اخلاقی اجتماعی اور تجارتی رسالہ ہے، اتنے ہمہ گیر اور مختلف النوع فرائض کا پورا کرنا دشوار ہے اسلئے مضامین کا اختصار حدِ اعتدال سے بھی کم ہو جاتا ہے، تاہم عام لوگوں کے لئے مذکورہ موضوعوں کے متعلق چھوٹی چھوٹی کارآمد باتیں مل جاتی ہیں،

دور اندیش مرتبہ جناب رضی نظامی و طاہر بی اے، تقطیع بڑی ضخامت ۳۲ صفحے کاغذ معمولی،

کتابت و طباعت اچھی قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۲؍ پتہ دفتر دور اندیش جنگ پورہ دہلی،

شروع میں اس رسالہ کے چند نمبر ہمارے پاس ریویو کے لئے آئے تھے، ادھر کئی مہینہ سے نہیں آیا معلوم نہیں اب نکلتا ہے یا بند ہو گیا، اوسط درجہ کا ادبی رسالہ ہے مختصر ادبی مضامین اور افسانے ہوتے ہیں،

خاتون، مرتبہ عشرت صاحبہ بنت میاں غلام ہمدانی مرحوم تقطیع اوسط ضخامت ۴۶ صفحے، کاغذ کتابت معمولی قیمت سالانہ عہ پتہ دفتر خاتون کوہاٹی دروازہ پشاور،

ہماری خواتین کی علمی بیداری کے ساتھ ساتھ نسوانی رسائل کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے، اس کا ایک تازہ نتیجہ رسالہ خاتون ہے، جو پشاور جیسے دور دراز مقام سے نکلا ہے، اس میں مختلف نسوانی موضوعوں پر مفید مضامین اور مفید و کارآمد معلومات ہوتے ہیں، امید ہے کہ خاتون صوبہ سرحد میں زبان اور نسوانی دنیا کی اچھی خدمت کریگا،

تجارتی دنیا مرتبہ جناب فیاض حسین صاحب و مختار احمد صاحب جامعی تقطیع بڑی ضخامت ۴۲ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت عہ فی پرچہ ۲؍ پتہ تجارتی دنیا قرول باغ دہلی،

آج کل رسائل کی کمی نہیں، لیکن ایک عام مقصد علم و ادب کی خدمت کے سوا ایسے رسائل کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں، جن کے سامنے کوئی ایسا مقصد ہو جو عملی دنیا میں مفید اور کارآمد ہو سکے، لیکن اب اسطرف لوگوں کا رجحان نظر آتا ہے، چنانچہ اس وقت تجارتی موضوع پر ایک سے زیادہ رسالے نکل رہے ہیں، ان میں ایک نیا اور مفید اضافہ تجارتی دنیا ہے، جو تجارت کے مختلف پہلوؤں پر مفید مضامین اور فائدہ بخش معلومات پیش کرتا ہے، اور ایسی چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتوں کی تعلیم دیتا ہے جن سے بے کار اشخاص فائدہ اٹھا سکتے ہیں، رسالہ تاجر اور غیر تاجر کے لئے یکساں مفید ہے،

بصیرت مرتبہ جناب حکیم سید عزیز الدین صاحب نصرتی ضخامت ۴۲ صفحے کاغذ کتابت و طباعت معمولی، قیمت سالانہ عہ پتہ ناظم حلقہ کتب چرتھاول ضلع مظفر نگر،

چرتھاول ضلع مظفر نگر میں مسلمانوں کی علمی مذہبی تعلیم اور اخلاقی اصلاح کے لئے کئی سال سے "حلقۂ قطب" کے

عام سے ایک انجمن قائم ہے، انہی مقاصد کے ماتحت بصیرت اس انجمن کی جانب سے نکلا ہے، پہلے نمبر میں مختلف دینی امور
اسلامی پہلوؤں پر مفید مضامین اور منقولات ہیں، اگر بصیرت اسی نمونہ پر قائم رہا تو عام مسلمانوں کے لئے اسکا مطالعہ

خیام ہفتہ وار مرتبہ جناب حافظ محمد عالم صاحب تقطیع اوسط اخباری ضخامت ۲۴ صفحے، کاغذ معمولی کتابت و طباعت اچھی قیمت سالانہ صرفی پرچہ ۲ رپتہ دفتر خیام تحصیل بازار لاہور،

جناب حافظ محمد عالم صاحب مدیر رسالہ عالمگیر نے چند مہینے سے یہ نیا ہفتہ وار ادبی اخبار نکالا ہے،
خیام ہفتہ وار ہے، لیکن ادبی خصوصیات میں وہ کسی اچھے ماہانہ ادبی رسالہ سے کم نہیں، اس میں علمی، ادبی، تاریخی
سیاسی اور تفریحی مضامین دلچسپ افسانے مختلف النوع دلچسپ خبروں اور مفید معلومات کا نہایت ستھرا اور
مطالعہ مواد اور ہر ذوق کی سیرابی کا پورا سامان ہوتا ہے، اہم سیاسی کوائف پر نوٹس ہوتے ہیں، حافظ محمد عالم
خیام نکال کر ہفتہ وار ادبی اخبار کا نہایت اچھا معیار پیش کیا ہے، قیمت کے لحاظ سے بھی ارزان ہے، امید ہے کہ
ہر ذوق کے اشخاص میں مقبول ہوگا،

تیج ویکلی:- مرتبہ جناب دھرمپال گپتا صاحب تقطیع اوسط اخباری ضخامت ۴۴ صفحے کاغذ کتابت و طباعت معمولی قیمت سالانہ ؏ فی پرچہ ۲ رپتہ برن بیشن روڈ دہلی،

دہلی کے مشہور روزانہ اخبار تیج کا ہفتہ وار اڈیشن بھی نکلتا ہے، ہمارے پاس کچھ دنوں سے آنا شروع ہوا ہے
ہم نے اسکے کئی نمبر دیکھے، ادب و سیاست کا اچھا مجموعہ ہوتا ہے، مختلف رنگ اور مذاق کے دلچسپ مضامین اور
معلومات ہوتے ہیں، مستقل مضامین کے ساتھ ساتھ ہفتہ بھر کی سیاسی خبروں کا خلاصہ اور اہم مسائل پر تبصرہ
ہوتا ہے، روزانہ اخبار کے ہفتہ وار اڈیشنوں میں تیج کا ہفتہ وار اڈیشن ممتاز حیثیت رکھتا ہے،

آفتاب، مرتبہ جناب مولوی عبدالمومن صاحب فاروقی تقطیع اخباری ضخامت ۱۲ صفحے کاغذ کتابت و طباعت معمولی قیمت سالانہ للعہ ششماہی ؏ فی پرچہ ایک آنہ، پتہ اخبار آفتاب لکھنؤ،

اہل سنت کا مشہور اخبار النجم لکھنؤ تعارف کا محتاج نہیں، اخبار بین حضرات کو معلوم ہوگا، کہ وہ کئی برس سے جاری
ہوئے، ضمانت کی خطیر رقم کی تاب نہ لاکر پریس ایکٹ کے ماتحت بند ہو گیا، اور اس نئے دور حکومت میں بھی جبکہ
اکثر اخباروں کی ضمانتیں منسوخ ہو گئی ہیں، النجم اس فیاضی سے محروم رہا، اس لئے اب النجم نام کی تبدیلی کے ساتھ
آفتاب کی صورت میں طلوع ہوا ہے، النجم کی خصوصیات و خدمات معلوم و مشہور ہیں، اسلئے آفتاب کو پہچنوانے
کی ضرورت نہیں، امید ہے کہ النجم کے قدرداں آفتاب کی ضیاباری سے بھی مستنیر ہوں گے،

آئینہ مرتبہ جناب محمد ابراہیم صاحب صدیقی، تقطیع اوسط اخباری ضخامت ۸ صفحے، کتابت و طباعت معمولی قیمت سالانہ ؏ ششماہی ؏ فی پرچہ ۱ر پتہ محمد فضل الرحمن کشن گنج پورنیہ،

یہ ہفتہ وار سیاسی اخبار چند مہینوں سے صوبہ بہار کے ایک دور افتادہ ضلع پورنیہ سے نکل رہا ہے، اخباری
معیار کے لحاظ سے ابھی ابتدائی منزل میں ہے تاہم اس میں سیاسی ہفتہ وار اخبار کا خاصہ مواد موجود ہوتا
ہے، اور کسی نہ کسی حد تک اس سے اخبار بینی کی ضرورت پوری ہوتی ہے، لیکن ابھی اسے اچھے اخبار کے معیار
پر لانے کے لئے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے، سیاسی مسلک میں مسلم لیگ کا حامی ہے،

دعوت (پندرہ روزہ) مرتبہ جناب مولوی مطلوب الرحمن صاحب ندوی تقطیع چھوٹی اخباری ضخامت ۱۲ صفحے کاغذ کتابت و طباعت اچھی قیمت سالانہ ؏ ششماہی ؏ فی پرچہ ۱ر سرورس پریس الہ آباد،

مولوی مطلوب الرحمن صاحب ندوی ایک خاموش کارکن ہیں، مذہب کی خدمت کا ولولہ رکھتے ہیں، اور
اپنی بساط کے مطابق عرصہ سے دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دے رہے ہیں، اب اس کام کو زیادہ وسعت اور تنظیم کے
ساتھ کرنے کے لئے انھوں نے پندرہ روزہ اخبار دعوت جاری کیا ہے، اسمیں غیر مسلموں کیلئے اسلام کی خوبیاں
اور مسلمانوں کی مذہبی اصلاح کے لئے صحیح اسلامی تعلیمات پیش کیجاتی ہیں، اور ان کے مناسب مفید مذہبی
اور تاریخی مضامین، اور نتیجہ خیز اور سبق آموز افسانے ہوتے ہیں، اس کار خیر میں مسلمانوں کو عملی ہمدردی
کا ثبوت دینا چاہیئے،

"م"

مطبوعات جدیدہ

معاہدۂ عمرانی مترجمہ جناب ڈاکٹر محمود حسین خانصاحب ایم اے پی ایچ ڈی تقطیع چھوٹی ضخامت ۲۹۴ صفحے،
کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد عہ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی،

فلسفۂ سیاست کی مشہور فلسفی ژان ژاک روسو کی کتاب (Social contract) کا نام
اس حیثیت سے سرفہرست ہے کہ فرانسیسی انقلاب کے اہم محرکات میں ہے "معاہدۂ عمرانی" اسی کا ہندوستانی ترجمہ ہے، اس کتاب کا مقصد
مصنف کے قلم سے یہ ہے، کہ "میں اس مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں، کہ اگر انسان کو اسی حالت پر فرض کر لیں
جیسا کہ وہ واقعی ہے، اور قوانین کو ایسا فرض کیا جائے، جیسا کہ انھیں ہونا چاہئے، تو کیا معاملات ملکی
کے لئے کوئی منصفانہ اور یقینی اصول حکومت مقرر کرنا ممکن ہے" معاہدۂ عمرانی میں اسی مشکل مسئلہ کا حل پیش
کیا گیا ہے، اور آزادی، مساوات حقوق اور عدل و مفاد عامہ کی رو سے ایسے نظام کے بنیادی اصولوں پر غور
بحث کی گئی ہے، جس کی حیثیت "باہمی معاہدہ" کی ہے، جس میں کوئی جماعت یا فرد حاکم و محکوم نہیں، بلکہ
کا ہر فرد خود اپنا حاکم اور خود محکوم ہے، سب کا مفاد مشترک اور سب کے حقوق مساوی ہیں، ان مباحث کی
کا اندازہ صرف ان کے پڑھنے سے ہو سکتا ہے، کتاب کے شروع میں روسو کے مختصر حالات اور اس کے فلسفۂ
سیاست پر تبصرہ ہے، آخر میں اصطلاحات کے ترجمہ کا انڈکس ہے، جو بجائے خود ہندوستانی زبان کی
مفید خدمت ہے، مباحث کے اشکال کے لحاظ سے یا اردو میں نامانوس ہونے کی وجہ سے یہ کتاب غالباً
زین کتابوں میں ہوگی، لیکن فاضل مترجم لائق مبارکباد ہیں، کہ انھوں نے ایسے دقیق مباحث کا ایسا صاف
سلیس اور رواں ترجمہ کیا ہے کہ ان کے سمجھنے میں مطلق دقت نہیں ہوتی، ہندوستان کے اس انقلابی دور میں

کتابوں کا ترجمہ نہایت مفید ہے، ہر پڑھے لکھے شخص کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے،

معیار العلماء، مصنفہ جناب مولوی اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی تقطیع بڑی ضخامت ۱۴۰ صفحے کاغذ
کتابت و طباعت بہتر قیمت علاوہ محصولڈاک عہر پتہ: مکتبہ عبرت نجیب آباد یوپی،

یہ کتاب مولوی اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی کی مفید تالیفات کی تازہ کڑی ہے، اس میں جیسا کہ
اس کے نام سے ظاہر ہے، علماء خیر اور علماء سوء کے جانچنے کا معیار بتایا گیا ہے، آغاز کتاب میں مقدمہ میں ہدایت
انسانی، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مختلف پہلوؤں پر کلام اللہ سے روشنی ڈالی گئی ہے، کہ ہدایت کن
وسائل سے حاصل ہو سکتی ہے، اس میں کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ضروری
فرض ہے، اور اس کا وسیلہ صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ہے، دین کا سیکھنا بہت آسان ہے، اس کے
بعد قرآن و حدیث اور علمائے اسلام کی کتابوں سے نہایت تفصیل کے ساتھ علماء خیر کے اوصاف و فرائض اور
علماء سوء کی پہچان بتائی گئی ہے، اور علماء کے ایجابی اور سلبی اوصاف پر قرآن و حدیث سے تفصیلی بحثیں ہیں، آخر میں
ان شکوک کا ازالہ ہے، جو ان مباحث سے پیدا ہوتے ہیں، موجودہ دور کے بہت سے علماء کے اخلاقی زوال
اور انکے فرائض سے غفلت کو دیکھتے ہوئے یہ کتاب فائدہ سے خالی نہیں ہے، لیکن کوئی دور بھی علماء خیر
سے خالی نہیں رہا ہے، چنانچہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ان کی ایک جماعت مل جائے گی، اس لئے مولف
نے جہاں سے علماء خیر کے اوصاف و فرائض بتائے ہیں، اور علماء سوء کا پردہ چاک کیا ہے، وہاں اگر انھوں
نے اگر علماء خیر کے حقوق بھی بتا دیئے ہوتے تو دونوں پہلو برابر ہو جاتے،

صحیفۂ چین، از جناب سید اسد علی صاحب انوری فریدآبادی بی ایس سی، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۸۴ صفحے،
کاغذ کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد عہ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی،

ہماری زبان میں چین خصوصاً جدید چین کے متعلق بہت کم معلومات ہیں، غالباً سب سے اول چین کے
ایک فرزند مولوی بدر الدین چینی نے "چینی مسلمان" کے سلسلہ میں ضمناً چین کے حالات لکھے جو مطبع معارف میں چھپ کر

شائع ہوچکے ہیں، اس ضروری موضوع پر "صحیفہ چین" دوسرا مفید اضافہ ہے، اس میں چین کے مشہور حکیم کنفیوشس کی کتاب "شوکنگ" کے انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے، جس میں قدیم چین کے گیارہ فرمانرواؤں کے متفرق حالات ہیں، جن سے اس عہد کے حالات اور طریق حکومت پر روشنی پڑتی ہے، اس سے زیادہ مفید وہ ضمیمے ہیں جو لائق مصنف نے بڑھائے ہیں، اور جن کی حیثیت مستقل تالیف کی ہے، پہلے ضمیمہ میں حکیم کنفیوشس کے حالات اور اس کے فلسفۂ اخلاق پر تبصرہ ہے، دوسرے میں چین کے جغرافی اور تمدنی حالات اور عہد حاضر تک اسکی سیاسی تاریخ، آخر میں عہد قدیم سے لیکر موجودہ دور تک کے چینی فرمانرواؤں کے ناموں کی فہرست ہے، اس کتاب سے ہماری زبان میں چین کے متعلق معلومات کا اچھا اضافہ ہوا ہے،

مشاہیر ہند جلد اوّل، مولفہ سید بادشاہ حسین صاحب حیدرآبادی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۳۱ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد عہ، پتہ :۔ سید عبدالقادر اینڈ سنس، تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن،

سب سے پہلے مشاہیر ہند کے حالات آج سے سترہ اٹھارہ سال پہلے دارالاشاعت پنڈی بہاؤالدین نے شائع کئے تھے، اس مدت میں بہت سے نئے لوگ مشاہیر کی صف میں آگئے ہیں، اب جناب سید بادشاہ حسین صاحب غالبًا زیادہ جامع شکل میں مشاہیر ہند کے حالات لکھ رہے ہیں، زیر نظر کتاب اس کی پہلی جلد ہے جو حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے معلوم ہوتی ہے، اس حصہ میں سر آغا خان، سر اقبال، سر اکبر حیدری، جگدیش چندر بوس، ڈاکٹر ٹیگور، پنڈت جواہر لال نہرو کے حالات اور ان کے کارناموں کا اجمالی ذکر ہے، امید ہے کہ یہ کتاب تکمیل کے بعد پہلی "مشاہیر ہند" سے زیادہ جامع ہوگی،

شمع راہ مرتبہ جناب صفوۃ اللہ بیگ صاحب صفوی تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۱۳ صفحات کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت ۸ر پتہ صفوۃ اللہ بیگ سجاد منزل دہلی،

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ مرحوم دہلوی صاحب الفہرست ہماری زبان کے ادیبوں میں تھے، اور زبان کے ساتھ مذہب کا بھی صحیح ولولہ رکھتے تھے، انھوں نے مختلف موقعوں پر متعدد مذہبی تقریریں کیں، جناب صفوۃ اللہ بیگ صاحب نے شمع راہ میں ان کی چار تقریریں جمع کی ہیں، پہلی تقریر خدام کعبہ "انجمن خدام کعبہ" کی تحریک کے موقع پر کی تھی، دوسری تدبیر منزل، ایک شادی کی تقریب کے سلسلہ میں تیسری "ذکر میلاد" محفل میلاد میں چوتھی "تعلیم" رسم تسمیہ خوانی کے موقع پر، چاروں تقریریں اپنے موضوع کے لحاظ سے مفید اور پر از معلومات ہیں،

بصائر القرآن حصہ اوّل، جناب نگہت شاہجہانپوری بی اے تقطیع جیبی ضخامت ۷۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت معمولی قیمت ۸ر پتہ :۔ علمیہ بک ڈپو محمد علی روڈ نمبر ۳ بمبئی، و نگہت شاہجہانپوری انجمن اسلام ہائی اسکول بوری بندر بمبئی،

بصائر القرآن جناب نگہت شاہجہاں پوری کی ان تقریروں کا مجموعہ ہے، جو انھوں نے انجمن عالمگیر تحریک قرآنی بمبئی" کے سلسلہ میں کی تھیں، ان میں جدید مذاق کا لحاظ رکھتے ہوئے صحیح اسلامی نقطہ نظر سے اللہ کے مفہوم، مغفرت ورحمت کی حقیقت، قبلہ کے مصالح اور ایمان کی تشریح و توضیح کی گئی ہے، عام مسلمانوں کے لئے اسکا مطالعہ مفید ہوگا،

آفتاب رسالت مصنفہ جناب راؤ بہادر حاجی محمد صالح خاں صاحب منظر تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۱۴ صفحے کاغذ اچھا کتابت وطباعت روشن قیمت ۸ر پتہ :۔ باغپت ضلع میرٹھ،

غالبًا سب سے پہلے حفیظ صاحب جالندھری نے شاہنامۂ اسلام کے سلسلہ میں منظوم سیرت لکھی آفتاب رسالت دوسری کوشش ہے، اس میں سیرت پاک کے جستہ جستہ واقعات ہیں جو زیادہ تر مشہور عوام روایات سے لئے گئے ہیں، مسلسل نظم میں بڑی قادرالکلامی کی ضرورت ہے، اسلئے اس منظوم سیرت میں بڑا نشیب و فراز ہے، تاہم اس حیثیت سے مفید ہے کہ آسانی سے حفظ کیجا سکتی ہے،

واردات منشی پریم چند، تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۹۹ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد عہ پتہ :۔ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی،

واردات منشی پریم چند کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ ہے، جو مختلف رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، ان کے متعلق اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ ان میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں، جو منشی پریم چند کے افسانوں کا طرۂ امتیاز ہیں، زبان و بیان میں شیرینی لطافت اور شگفتگی ہے، معنی و مقصد کے لحاظ سے اصلاح و اخلاق کا رنگ نمایاں ہے، بعض بعض افسانوں میں حسن و عشق کی چاشنی بھی دیدی گئی ہے،

منتخب دیوان غالب مع شرح، ازمولوی نور اللہ محمد نوری صاحب تقطیع چھوٹی، ضخامت ۲۰۸ صفحے، کاغذ کتابت و طباعت معمولی، قیمت مرقوم نہیں، پتہ غلام دستگیر تاجر کتب چار کمان حیدرآباد دکن؛

دیوان غالب کا انتخاب جامعہ عثمانیہ کے انٹرمیڈیٹ کے نصاب میں داخل ہے، مولوی نور اللہ محمد نوری صاحب مصنف داغ نے جنھیں شاعری کا اچھا مذاق ہے، اس نصابی انتخاب کی شرح لکھی ہے، شروع میں بقدر تعارف غالب کے حالات ہیں، غالب کے کلام کی اتنی شرحیں ہو چکی ہیں، کہ ان میں مشکل سے کچھ اضافہ کیا جاسکتا ہے، نور اللہ صاحب نے ان شرحوں سے استفادہ کیا ہے، جس کے حوالے موجود ہیں جن غزلوں یا اشعار کے متعلق کوئی واقعہ معلوم ہے اسکو بھی ظاہر کر دیا گیا ہے، گو اس میں زیادہ تر قیاس آرائی ہے کہیں کہیں شرح کا انداز غیر شاعرانہ ہو گیا ہے، جس سے اصل شعر کی خوبی و لطافت میں فرق آگیا ہے، ممکن ہے طلبہ کے لحاظ سے ایسا کیا گیا ہو، بہر حال یہ شرح طلبہ کے استفادہ کے لئے اچھی ہے،

انہار الادب، (حصہ اول و دوم) ازمولوی محمد ایوب صاحب اورنگ آبادی تقطیع اوسط، ضخامت علی الترتیب ۸۰ و ۱۰۲ صفحے کاغذ سپید کتابت و طباعت اچھی، دونوں حصوں کی قیمت ۱۲؍ پتہ محمد ایوب عثمانی اورنگ آباد ضلع گیا،

مشہور ادیب عالم مولانا محمد بن یوسف السورتی سابق استاذ عربی جامعہ ملیہ نے یہاں کے طلبہ کے لئے ازہار العرب کے نام سے عربی شعراء کے کلام کا انتخاب مرتب کیا تھا، جو غالباً اب دوسرے عربی مدارس میں بھی داخل ہے، مولوی ایوب صاحب عثمانی ناظم مدرسہ معارف القرآن نے "انہار الادب" کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے، شرح میں ہر شعر کے لغوی، صرفی اور نحوی مشکلات کا حل اور عربی نثر اور اردو میں اس کا ترجمہ ہے، ازہار العرب پڑھنے والے طلبہ کے لئے یہ شرح مفید ہوگی،

حال حاجی صفت اللہ صاحب محدث خیرآبادی ازجناب مولوی فخر الحسن صاحب تقطیع بڑی ضخامت ۱۹۶ صفحے کاغذ کتابت و طباعت اوسط، قیمت مرقوم نہیں، غالباً عجر تک ہوگی، پتہ:۔ سید فخر الحسن سجادہ نشین خیرآباد اودھ،

خیرآباد اودھ کا قدیم اور مردم خیز خطہ ہے، یہاں بڑے بڑے ارباب کمال پیدا ہوئے، ان میں ایک حاجی صفت اللہ صاحب محدث متوفی ۱۱۲۵ھ ایک جامع کمال اور صاحب درس و تدریس بزرگ تھے، ان کے ظاہری اور باطنی فیوض سے صدہا تشنگان علم و معرفت سیراب ہوئے، اور یہ فیض ایک عربی مدرسہ کی صورت میں اب تک جاری ہے، ان کے سجادہ نشین مولوی سید فخر الدین صاحب نے معتبر تذکروں سے محدث رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے ہیں، ضمناً ان کے پیر اور ان کے سلسلہ کے خلفاء کے موجودہ سجادہ نشین تک مختصر حالات بھی دیدئے ہیں، اس کے بعد محدث حاجی صفت اللہ کے پندرہ مکتوبات ہیں، جو صوفیانہ نکات پر مشتمل ہیں، آخر میں لائل الخیرات اور مختلف سلسلوں کے شجرے ہیں، اس تذکرہ میں صوفیانہ مذاق رکھنے والوں اور اس سلسلہ کے متوسلین کے ذوق کا کافی سامان ہے،

انتخاب غزلیات شمس تبریز، منتخبہ ڈاکٹر نکلسن تقطیع بڑی ضخامت ۳۰ صفحے، کاغذ نفیس خط پاکیزہ ٹائپ قیمت مرقوم نہیں، پتہ شرف الدین اینڈ سنز تاجر کتب بھنڈی بازار نمبر ۳ بمبئی،

مولینا روم کے کلام کیساتھ مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن کے شغف سے ارباب علم واقف ہوں گے جنھوں نے متعدد نسخوں کے مقابلہ، تصحیح اور تحشیہ کیساتھ مثنوی مولینا روم کا ایک بہترین اڈیشن شائع کیا ہے، اسی شغف کی بنا پر انھوں نے مولینا کے دیوان کا جو حضرت شمس تبریز کی جانب منسوب ہے ایک انتخاب کیا تھا، جو کیمبرج

یونیورسٹی پریس کی جانب سے عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے، یہ انتخاب بمبئی یونیورسٹی کے بی اے کے نصاب میں داخل ہے لیکن بہت کمیاب اور گراں ہے، اس لئے بمبئی کے عربی کتابوں کے مشہور تاجر شرف الدین اینڈ سنز نے بڑے اہتمام اور نفاست کیساتھ عمدہ ٹائپ میں یہ انتخاب شائع کیا ہے، اس انتخاب میں ہر غزل کے ساتھ اس کی بحر بھی دیدی گئی ہے، یونیورسٹی کے طلبہ کے علاوہ حضرت شمس تبریز کے کلام سے ذوق رکھنے والوں کیلئے بھی یہ انتخاب اچھا تحفہ ہے،

منتخبات قصائد انوری تقطیع بڑی ضخامت ۸۰ صفحے کاغذ نفیس خط پاکیزہ ٹائپ قیمت مرقوم نہیں پتہ شرف الدین اینڈ سنز تاجر کتب بھنڈی بازار بمبئی،

قصائد انوری کا انتخاب اکثر یونیورسٹیوں میں داخل ہے بمبئی یونیورسٹی کے ایم اے کے نصاب میں بھی ہے، لیکن قصائد انوری جو عرصہ ہوا نولکشور پریس لکھنؤ میں چھپے تھے، اب کمیاب ہیں، اسلئے طلبہ کی سہولت کیلئے شرف الدین اینڈ سنز نے بقدر نصاب انتخاب شائع کر دیا ہے،

کفر عشق از پنڈت امرناتھ مدن صاحب ساحر دہلوی، تقطیع متوسط ضخامت ۲۱۴ صفحے، کاغذ سپید، کتابت وطباعت معمولی قیمت مجلد ؏، پتہ پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی پنشنر تحصیلدار، لال حویلی، چوڑیگراں دہلی،

پنڈت امرناتھ مدن صاحب دہلوی ہندو مسلمانوں کی اس مشترکہ قدیم تہذیب کی یادگاروں میں ہیں جن کے نمونے کچھ دنوں کے بعد ڈھونڈھے نہ ملیں گے، "کفر عشق" ان کا اردو دیوان ہے، آج کل شعراء اور دواوین کی کمی نہیں، لیکن ساحر کا کلام اس سے بالکل مختلف ہے، وہ محض رسمی شاعری اور قافیہ پیمائی نہیں ہے بلکہ شاعری کی زبان میں عارفانہ واردات قلب، سلوک کے احوال و کوائف اور صوفیانہ نکات و لطائف کا بیان ہے، ہر نظم یا غزل میں جسے زبان و بیان کے لحاظ سے غزل اور مضامین کے تسلسل اور مستقل ہونے کی حیثیت سے نظم کہہ سکتے ہیں، تصوف کے نکتے اور اخلاق عالیہ کے سبق ہیں، اس طرح اس مجموعہ میں تصوف اور ویدانت کے بہت سے مسائل آگئے ہیں، زبان شستہ انداز بیان موثر اور دل آویز ہے، کہیں کہیں پر زبان مسائل کی باریکیوں کا ساتھ نہیں دے سکی ہے،

تسہیل العربیہ مرتبہ رقیہ بنت خلیل و عبید بن محمد عرب ایم اے تقطیع چھوٹی ضخامت ۹۵ صفحے کاغذ کتابت وطباعت متوسط قیمت ۸؍ محمد بن عرب بھوپال،

عربی صرف و نحو کی قدیم کتابوں کی تعلیم میں بڑا وقت صرف ہوتا ہے، اس لئے مصر میں جدید طرز تعلیم کے مطابق صرف و نحو کی ریڈریں لکھی گئی ہیں، جن سے طلبہ کم سے کم مدت میں بقدر ضرورت مذکورہ فنون سیکھ سکتے ہیں اسی سلسلہ کی ایک صرفی ریڈر "مطالعۃ العربیۃ" ہے، رقیہ بنت مولانا خلیل عرب صاحب اور عبید بن محمد عرب صاحب ایم اے نے اسکے مطالب کو تسہیل العربیہ کے نام سے اردو میں لکھ دیا ہے، شروع میں اس کے پڑھنے اور مشق کے طریقے بھی بتا دیئے ہیں، یہ ریڈر اسکول اور کالج کے عربی طلبہ کے لئے بہت مفید ہے، اس حیثیت سے یہ چیز اور زیادہ قابل قدر ہے کہ اسکی تالیف میں ہماری قوم کی ایک خاتون کا بھی حصہ ہے،

زندگی، مولفہ جناب ملا رموزی صاحب فاضل الہیات تقطیع چھوٹی ضخامت ۱۱۳ صفحے، کاغذ کتابت وطباعت معمولی، قیمت ۸؍ پتہ غلام دستگیر صاحب تاجر کتب چار کمان حیدرآباد دکن و مکتبہ جامعہ دہلی و ملا رموزی صاحب بھوپال،

زندگی مشہور مزاحیہ نگار ملا رموزی صاحب کے سترہ مضامین کا مجموعہ ہے، ملا صاحب کا رنگ اور ان کی خصوصیات معلوم و مشہور ہیں یہی رنگ ان مضامین کا ہے،

شہزادی گلنار، مولفہ پروفیسر عطاء الرحمن صاحب ایم اے تقطیع چھوٹی ضخامت ۰۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت بہتر قیمت ۴؍ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ، دہلی،

اس سبق آموز کتاب میں نیکی کے پھل اور بدی کے نتائج کو قصہ کے پیرایہ میں دکھایا گیا ہے، ایک پرہیزگار نیک دل اور خدا ترس شہزادی گلنار اپنی نیکی کی وجہ سے کمینہ آدمیوں کے فریب سے سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتی ہے

سلطنت لگھر بار شوہر سب چھوٹ جاتے ہیں، پھر خدا اسکو عورتوں کے ایک جزیرہ کی ملکہ بنا دیتا ہے، اور اس کی پرہیزگاری کا شہرہ دور دور تک پھیل جاتا ہے، اسکے سب دشمن اندھے کوڑھی اور اپاہج ہو جاتے ہیں، اور اسکی قبولیت کا شہرہ سنکر اسکے پاس دعا کیلئے پہنچتے ہیں اسوقت ان سب کے فریب کا پردہ چاک ہوتا ہے، اس کا بچھڑا ہوا شوہر مل جاتا ہے، یہ کتاب بچوں کی اخلاقی تعلیم کے لئے مفید ہے،

دنیا کے بچے از مولوی حسین حسان صاحب ندوی جامعی تقطیع چھوٹی ضخامت ۸۰ صفحے کاغذ سپید کتابت وطباعت اچھی قیمت ۸ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی،

مولوی حسین حسان صاحب اڈیٹر پیام تعلیم نے اس دلچسپ کتاب میں مختلف ملکوں اور قوموں کے حالات سے بچوں کی واقفیت کے لئے قصہ کے پیرایہ میں افریقہ جنوبی امریکہ، فرانس جرمنی، اٹلی روس اسپین سوئزرلینڈ، سویڈن، ہالینڈ، رومانیہ، اسکیمولینڈ، اور چین وجاپان کے بچوں کے حالات اس طرح لکھے ہیں، کہ ان ملکوں کی آب وہوا، ضروریات زندگی رہنے سہنے کے طریقے، لباس اور غذا وغیرہ دیہاتی معاشرت کے متعلق جملہ ضروری معلومات حاصل ہو جاتے ہیں، زبان نہایت آسان طرز ادا بچوں کے مذاق کے مطابق ہے، یہ کتاب بچوں کے لئے مفید بھی ہے اور دلچسپ بھی،

کائنات جناب محمود علی خانصاحب جامعی تقطیع چھوٹی ضخامت ۵۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت اچھی قیمت ۵ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی،

اس کتاب میں زمین چاند، سورج، اور دوسرے کواکب کی پیدایش ان کے نظام اور عجیب و غریب حالات کو آسان بان اور دلنشیں انداز میں سمجھایا گیا ہے، جسے بچے دلچسپی کیساتھ سمجھ سکتے ہیں،

چھوٹا بچہ چھوٹو مولوی حسین حسان صاحب جامعی تقطیع چھوٹی ضخامت ۴۰ صفحے کاغذ کتابت وطباعت اچھی قیمت ۲ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی،

یہ بچوں کے ایک چودہ کے ایک شریر بچے چھوٹو کا دلچسپ وسبق آموز قصہ ہے جو اپنی شرارت سے ایک مصیبت میں پھنسکر کسی طرح چھوٹا

"م"

سیر الصحابہ

سیرۃ النبی کے بعد مسلمانوں کے لئے جن مقدس ہستیوں کے کارنامے اور سوانح حیات مشعل راہ ہو سکتے ہیں، وہ حضرات صحابۂ کرام ہیں، دار المصنفین نے پندرہ برس کی جانفشانی و کوشش سے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا، اور اردو میں صحابۂ کرام کے حالات وسوانح اور اخلاق وحسنات کی دس ضخیم جلدیں احادیث وسیر کے ہزاروں صفحات سے چنکر مرتب کیں، اور بحسن وخوبی شائع کیں، ضرورت ہے کہ حق طلب اور ہدایت ورہنمائی کے جویاں مسلمان، ان صحیفوں کو پڑھیں، اور اس شمع ہدایت کی روشنی میں چلیں، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ان کے سامنے جلائی گئی تھی، ان جلدوں کی علحدہ علحدہ قیمتیں حسب ذیل ہیں، جنکا مجموعہ [illegible] رہتا ہے، لیکن پورے سٹ کے خریدار کو صرف [illegible] میں یہ دس جلدیں کامل نذر کیجاتی ہیں، پیکنگ ذمہ دار المصنفین، محصول ذمہ خریدار،

جلد اول، خلفاے راشدین،	[illegible]	جلد ششم، سیر الصحابہ ششم،	[illegible]
جلد دوم، مہاجرین اول،	[illegible]	جلد ہفتم، سیر الصحابہ ہفتم،	[illegible]
جلد سوم، مہاجرین دوم،	[illegible]	جلد ہشتم، سیر الصحابیات،	[illegible]
جلد چہارم، سیر الانصار اول،	[illegible]	جلد نہم، اسوۂ صحابہ اول،	[illegible]
جلد پنجم سیر انصار دوم،	[illegible]	جلد دہم، اسوۂ صحابہ دوم،	[illegible]

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ